رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹

THE ALHAKAM WEEKLY QADIAN

ان اللہ لایغیر مابقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

دورِ جدید

چہ گویم باتو گر آئی بہ ہادر قادیاں بینی ۔ دوائے ہر مرض بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ: شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول: شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان بر منار بلند تر محکم افتاد

چندہ
والیان ریاست سے — ما ر
امراء و رؤساء سے — صہ ر
معاونین سے — عـہ ر
— صہ

Peshawar Cantt:

شائع ہوتا ہے

جلد ۳۷ | ۱۴ نومبر ۱۹۳۴ء | یوم چہار شنبہ | ۷ شعبان ۱۳۵۳ھ | نمبر ۴۱

دار الامان کا ہفتہ

خطبہ جمعہ

۹ نومبر کو اگرچہ امید نہ تھی کہ حضرت اقدس جمعہ کے لئے تشریف لائیں گے۔ کیونکہ سارا ہفتہ حضور کی طبیعت ناساز رہی۔ اور جمعہ کے دن بھی طبیعت ناساز تھی۔ مگر باوجود ناسازی طبع کے حضور تشریف لے آئے اور گذشتہ دو جمعوں کی طرح حضور نے نہایت مفصل خطبہ ارشاد فرمایا۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ ان خطبات کی وجہ سے قوم میں ایک نئی روح اور نئی زندگی پیدا ہو رہی ہے۔ خطبہ کے وقت حضور کی طبیعت سے کسی قسم کی کمزوری یا نقاہت نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اور آواز میں قوت اور گرج اور چہرے پر رعب اور دبدبہ تھا۔

اس خطبہ میں حضور نے قوم سے بعض قربانیاں مانگیں جن کی تفصیل دوسری جگہ ملے گی۔ لوگ ہر طرف سے لبیک کہہ رہے ہیں

جنازہ غائب

جمعہ کے بعد حضور نے جماعت سمیت حضرت ملک نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا جنازہ غائب پڑھا۔ کیونکہ حضور بوجہ ناسازی طبع حضرت ملک صاحب کے جنازہ کے لئے تشریف نہ لا سکے تھے۔ حضور نے ملک صاحب کے ذکر میں چند کلمات طیبہ فرمائے۔ اور فرمایا کہ وہ اس کے مستحق تھے کہ میں ان کے جنازہ کے لئے آتا۔ مگر میں بوجہ بیماری نہ آ سکا۔

رخصتانہ

۹ نومبر بعد نماز عصر خان بہادر غلام محمد خان صاحب آف گلگت کی صاحبزادی خورشید بیگم کی تقریب رخصتانہ تھی۔ اس تقریب پر خان بہادر نے بہت سے احباب کو دعا کے لئے بلایا اور ان کو اس موقع پر پر تکلف ٹی پارٹی دیں جس کی مغرب کے بعد تقریب رخصتانہ عمل میں آئی

محلہ دار البرکات میں جلسہ

اسی روز بعد نماز مغرب محلہ دار البرکات میں شیخ مبارک احمد صاحب مبلغ .... نے ایک تقریر کی۔ جس میں مردوں، عورتوں نے حصہ لیا۔ تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ محلہ دار البرکات کی مسجد کے لئے فنڈ جمع کیا جائے۔ تقریر مؤثر تھی۔

رندھیر کالج کپورتھلہ کی ٹیم قادیان میں

۸ نومبر کو کپورتھلہ رندھیر کالج کی ٹیم آئی۔ جو ۱۱ تاریخ تک قادیان میں رہی۔ اس ٹیم نے پانچ میچ ہاکی کے کھیلے۔ جن میں چار میچوں میں اسے شکست ہوئی اور ایک میچ میں ایک گول پر کامیابی ہوئی۔

اور دو میچ کرکٹ کے کھیلے ایک میں شکست ہوئی اور ایک میں کامیابی۔

نیروبی کے مبلغ کو ٹی پارٹی

مولوی شیخ مبارک احمد صاحب کو مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ ہوس میں ۱۰ نومبر کو بعد نماز عصر ۴ ½ بجے ٹی پارٹی دی۔ جس میں بہت سے معززین اور عمائد شامل تھے ٹی پارٹی کے علاوہ قرآن شریف کی تلاوت ایک عربی اور ایک اردو نظم اور ایک ایڈریس پیش کیا گیا۔ جناب چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے ناظر اعلیٰ صدر تھے شیخ مبارک احمد صاحب نے مختصر جواب دیا۔ اور چودھری صاحب نے بھی مختصر تقریر کی اور دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

دعوت ولیمہ

۱۱ نومبر کو ۱۲ بجے دن کے خانصاحب مولوی فرزند علی خان صاحب نے اپنے لخت جگر مولوی محبوب عالم صاحب خالد کی شادی کی تقریب میں دعوت ولیمہ دی۔ حضرت اقدس باوجود علالت طبع اس میں شریک ہوئے

ممبر مجلس چودھری ظفر اللہ خان بھی جو کسی تقریب سے آج ہی تشریف لائے تھے موجود تھے۔

دو منٹ کی خاموشی

جنگ ختم ہونے کی یاد میں تمام حکومت برطانیہ میں دو منٹ کی خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ چنانچہ ۱۱ نومبر کو ۱۱ بجے جماعت احمدیہ نے اس خاموشی پر پورا پورا عمل درآمد کیا

۱۱ بجے ۵ منٹ تک لمبی گھنٹی بجی۔ جس کے بعد تمام دفاتر اور مدارس اور اخبارات کے دفاتر اور تجارتی کاروبار ۲ منٹ کے لئے چھوڑ کر خاموشی اختیار کر لی گئی تھی۔ دو منٹ ختم ہونے پر دوسری گھنٹی بجائی گئی جس پر تمام لوگ اپنے اپنے کام میں لگ گئے

احمدیہ مبلغ کی روانگی نیروبی

شیخ مبارک احمد صاحب مبلغ نیروبی کی روانگی ۱۱ نومبر ½ ۲ بجے ہوئی۔ اسٹیشن پر جو تمام جماعت کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا۔ نظارتوں کے دفاتر اور مدارس میں چھٹی کر دی گئی تھی۔ حضرت اقدس باوجود ناسازی طبع تشریف لائے۔ تاکہ اپنے خادم کو دعا کر کے اس عظیم الشان کام کے لئے رخصت کر سکیں۔ حضرت اقدس نے اپنے عین سامنے مبلغ کو کھڑا کر کے دعا کی اور بہت لمبی دعا کی۔ اور اس کے بعد اسے سینے سے لگا کر معانقہ کا شرف بخشا۔ اور پھر ایک خوبصورت گلاب کے پھولوں کا ہار اس کے گلے میں ڈالا۔ اس کے علاوہ ناظر دعوت و تبلیغ نے بھی ایک ہار ڈالا۔ اور بعض دوسرے دوستوں نے بھی ہار ڈالے۔

اللہ اکبر کے نعروں میں گاڑی روانہ ہوئی۔

ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ خیر و برکت سے مبلغ کو پہنچائے اور خیر و برکت سے لائے اور خیر و برکت سے کام کرنے کی توفیق دے۔

چودھری اللہ بخش صاحب کا پوتا

حضرت اقدس نے

چودھری اللہ بخش صاحب مالک اللہ بخش سٹیم پریس کے پوتے کا نام عبد الحلیم رکھا۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے چودھری صاحب نے اپنے بیٹے مولوی عطاء اللہ صاحب مولوی فاضل کو حضرت اقدس کے حضور خدمت دین کے لئے پیش کر دیا ہے احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس قربانی کو قبول فرمائے۔

محفل احمدؐ کی ایک اور شمع بجھ گئی!

۱۰ر نومبر کو حضرت حکیم محمد الدین صاحب جو گوجرانوالہ کے عرصہ تک امیر بھی رہے ہیں۔ اور قریباً ایک سال یا کچھ کم و بیش یہاں ہی ہجرت کر کے آئے ہوئے تھے۔ وفات پا گئے ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون حکیم صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سابقون الاولون میں سے تھے۔ ان کے مفصل حالات پھر کسی وقت درج کئے جا سکیں گے۔ حضرت حکیم صاحب ایک عرصہ سے بیمار تھے۔ جس کی وجہ سے وہ ادھر ادھر آ جا نہیں سکتے۔ ان کا جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح نے تمام جماعت کے ساتھ پڑھایا۔ اور بہشتی مقبرہ میں انھوں نے اپنے سید و مولیٰ کے جوار میں جگہ پائی۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے اور احمدی جماعتیں

احباب کو معلوم ہو گا کہ ۲۵ر نومبر ۱۹۳۴ء کو تمام دنیا میں سیرت النبی کے جلسے ہوں گے جماعتوں کو اس کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دینی چاہیئے کوئی جماعت ایسی نہ ہو۔ جہاں اس دن جلسہ نہ ہو۔ اگر کسی جگہ کوئی لیکچرار نہیں مل سکتا تو الفضل کا خاتم النبیین نمبر منگوا کر اس دن لوگوں کو سنایا جائے جو جماعتیں مرکز سے مبلغ منگوانا چاہیں وہ کسی مبلغ کا تعین نہ کریں۔ جو بھی مبلغ بھیجا جائے گا۔ مگر ایسی جماعتوں کو آمد و رفت کا کرایہ پیشگی بھیجنا چاہیئے۔ ورنہ تعمیل سے معذور فرمائیں۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

احتجاجی جلسہ

۱۲ر نومبر کو بعد نماز عشاء لوکل انجمن احمدیہ قادیان کا عام اجلاس زیر صدارت حضرت میر قاسم علی صاحب لوکل پریذیڈنٹ گورنمنٹ پنجاب کے ان افسران کے خلاف جنھوں نے حضرت امام جماعت احمدیہ اور جماعت احمدیہ کی توہین کی احتجاجی آواز اٹھانے کے لئے ہوا۔ (مفصل پھر)

احمدی نوجوانوں سے خطاب

نہ کر پروا کیئے جا کام اپنا

(از جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم)

مندرجہ ذیل نظم ان اثرات کا نتیجہ ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس خطبہ کے مطالعہ سے میرے دل میں پیدا ہوئے۔ جو آپ نے جلسہ احرار کے ختم ہونے کے بعد بروز جمعہ ارشاد فرمایا۔ (تسنیم)

— ۱ —

جہاں ہے بر سر پیکار تو کیا
مخالف ہیں اگر احرار تو کیا
ہیں آمادہ بہ شر اشرار تو کیا
کہ حامی ہے وہ دلآرام اپنا ؛ نہ کر پروا کیئے جا کام اپنا

— ۲ —

تجھے ڈر کیا ہے اے مہدی کے جانباز
ہیں دو فردوس کے تیرے لئے باز
ملایک ہیں تری خاطر پر افراز
اٹھا منزل کی جانب گام اپنا ؛ نہ کر پروا کیئے جا کام اپنا

— ۳ —

کتاب اللہ کے قدسی ترانے
سناتا جا کوئی مانے نہ مانے
سکھایا ہے یہی ہمکو خدا نے
جہاں ہو گا اسی سے دام اپنا ؛ نہ کر پروا کیئے جا کام اپنا

— (۴) —

اگر حق کی اشاعت میں زمیں پر
طلب کی جائے جاں بھی تام دیں پر
بڑھے آگے نہ بل آئے جبیں پر
یہی ہے بس یہی اسلام اپنا ؛ نہ کر پروا کیئے جا کام اپنا

— ۵ —

عنادل کیوں ہوئی جاتی ہیں دلگیر
کہ ہے چاک جگر گلہائے تقدیر
اگر ہے موت میں ملت کی تعمیر
تو آخر موت ہے انجام اپنا ؛ نہ کر پروا کیئے جا کام اپنا

— ۶ —

جو دشمن گالیاں دے ہم دعا دیں
وہ آوازے کسے ہم مسکرا دیں
وہ لائے تیغ ہم گردن جھکا دیں
بتا دیں احمدی ہے نام اپنا ؛ نہ کر پروا کیئے جا کام اپنا

— ۷ —

چراغ زندگی کا سوز تبلیغ
ہماری شب ہمارا روز تبلیغ
لے ابن فارسی ـــــ تبلیغ
اسی پر ہے مدار نام اپنا ؛ نہ کر پروا کیئے جا کام اپنا

— ۸ —

مقابل حق کے باطل ہو صف آرا
مگر ہو ولی حق کا یہ اشارا
ہمیں ہو گی عطا ارض بخارا
کوئی دم میں ہے روس اور شام اپنا ؛ نہ کر پروا کیئے جا کام اپنا

— ۹ —

تڑپ مشرق کی خشک آبادیوں میں
گرج مغرب کی رنگیں وادیوں میں
چھڑک دے زندگی بربادیوں میں
کرم ہے بحر و بر پر عام اپنا ؛ نہ کر پروا کیئے جا کام اپنا

— ۱۰ —

خلیفہ کے مقابل خون کا جوش

نہ رہنے دیگا اے تسنیم خاموش
کفن بر دوش اور قرآں آغوش
اٹھ اور دنیا کو دے پیغام اپنا ؛ نہ کر پروا کیئے جا کام اپنا

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

اصلاح و تنقید

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ وحالات کے سلسلے میں الحکم میں روایات کی اشاعت کا انتظام ہے۔ اس سے پیشتر حضرت مخدومی صاحبزادہ بشیر احمد صاحب نے بھی سیرۃ المہدی کے نام سے کچھ روایات شائع فرمائی ہیں۔ روایات کے سلسلے میں بعض اوقات راویوں سے کچھ غلطیاں ہو جانا ممکن ہیں۔ یہ غلطیاں کبھی حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے ہو جاتی ہیں۔ یا واقعات کے اختلاط کی وجہ سے۔ **تصحیح روایات** کا کام ایک عظیم الشان کام ہے۔ احادیث کی صحت و پرتال کے لئے تو **علم اسماء الرجال** جیسی شاندار چیز عالم وجود میں آگئی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق روایات بیان کرتے وقت احباب خصوصیت سے التزام کریں کہ وہ پوری احتیاط کریں۔ میں ذاتی طور پر تنقید روایات کے کام سے درایتی اصول پر بچنا چاہتا ہوں۔ لیکن بایں یہ مجھے کسی قیمت پر بھی گوارا نہیں۔ کہ تاریخی غلطیاں پیدا ہوں۔ میرے محترم مخدوم منشی **فیاض علی صاحب** نے جس مہربانی اور محبت کے ساتھ واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ میں اس کے لئے ان کا شکر گزار ہوں۔ اور الحکم کے پڑھنے والوں کی طرف سے بھی شکر گزار ہوں۔ لیکن ان کی تحریر میں بعض امور محتاج تشریح و تصحیح ہیں۔

یوں تو سلسلہ میں ہر شخص ممتاز اور واجب الاحترام ہے۔ اسلئے کہ اس نے حق کو شناخت کر کے حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کو قبول کیا۔ مگر بعض جماعتوں میں پھر ساری جماعت میں بعض کو بعض پر اپنے شاندار ایثار۔ اور تقویٰ و طہارت کے سبب سے فضیلت ہے۔ جماعت کپورتھلہ میں انفرادی حیثیت سے حضرت منشی ظفر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی روایات کا مقام بہت بلند ہے۔ اور ایسا ہی حضرت منشی محمد خان صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت منشی روڑے خان صاحب رضی اللہ عنہ کا جو مقام ہے وہ اپنی شان میں بے نظیر ہے۔ اسیطرح علیٰ قدر مراتب دوسرے بزرگ ہیں۔ منشی فیاض علی صاحب کے بیان میں بعض باتیں قابل اصلاح ہیں۔ قارئین کرام اسے درست کرلیں۔

کپورتھلہ کی جماعت کا قیام

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارسال **اشتہارات** وغیرہ کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ **۱۸۸۴ء** کا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ منشی فیاض علی صاحب قبلہ کو ۱۸۸۴ء میں خبر ہوئی ہو۔ تو یہ دوسرا امر ہے۔ ورنہ حاجی صاحب سے خط و کتابت بہت عرصہ پہلے سے شروع تھی۔ اور براہین کے وہ خریدار تھے اور انھیں ایام میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ جماعت کپورتھلہ کے قیام کی بنیاد دراصل **سراوہ** میں پڑی۔ جبکہ حاجی صاحب وہاں تشریف لے گئے ہوئے تھے اور براہین پڑھا کرتے اور سنایا کرتے یا منشی ظفر احمد صاحب سے سنتے۔ پھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ حاجی صاحب دور ہوتے گئے اور منشی ظفر احمد صاحب آگے بڑھتے گئے۔

سب سے پہلی جماعت

کپورتھلہ کی جماعت کو عظیم الشان شرف ہے۔ یہ جدا امر ہے۔ مگر وہ دنیا میں **سب سے پہلی احمدی جماعت** نہیں ہے۔ دنیا میں **سب سے پہلی احمدی جماعت لودہانہ میں قائم ہوئی** جہاں سے آغاز بیعت ہوا۔ اور لودہانہ میں مخلصین کی وہ جماعت تھی جسنے چندہ میں اقدام کیا۔

کپورتھلہ کا قائم مقام

یہ بھی درست نہیں کہ جماعت کپورتھلہ کا کوئی آدمی حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ جو روزانہ ڈائری لکھکر بھیجا کرتا تھا۔ **حضرت اقدس** کی ڈائری لکھنے کی

اولیّت کی سعادت الحکم کو ہے

ہاں سب سے پہلا شخص جو ڈائری تو نہیں۔ لیکن جب اسے قادیان آنے کا موقع ملتا۔ حضرت کے ملفوظات کو ان ایام میں نوٹ کر لینے کی سعادت حاصل کرنا **حضرت صادق مفتی** کو ہے۔ اس لحاظ سے وہ سب سے پہلے آدمی ہو سکتے ہیں۔ جب الحکم جاری ہو گیا اور ڈائری شائع ہونے لگی۔ تب حضرت خان صاحب منشی محمد خان صاحب رضی اللہ عنہ نے مکرمی مفتی فضل الرحمن صاحب کو روزانہ حالات لکھنے کی تحریک کی۔ اور کچھ عرصہ تک وہ لکھتے رہے۔ ورنہ اگر الحکم کے اجراء سے پہلے کوئی انتظام تھا۔ تو وہ ڈائریاں پبلک میں آنی چاہئیں۔ اور میں دعوےٰ سے کہتا ہوں کہ نہیں ہیں۔

مجھے یہ جراءت اسلئے کرنی پڑی کہ تاریخ سلسلہ میں بعد میں غلط فہمی نہ پیدا ہو۔

شیخ مہر علی صاحب کا واقعہ

شیخ فیاض علی صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ شیخ مہر علی صاحب نے اخبار میں شائع کرا دیا تھا کہ "میرا ایمان ہے کہ محض حضرت مسیح موعود کی دعا کی برکت سے مجھ کو سزائے موت سے رہائی ہوئی ہے" اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی **دعاؤں کی برکت ہی سے رہائی ہوئی تھی**۔ مگر میری تحقیق میں یہ نہیں آیا ۔۔ کہ

شیخ مہر علی صاحب نے اخبار میں اعلان کیا تھا

حضرت شیخ فیاض علی صاحب قبلہ اس اخبار کا حوالہ ضرور تحریر فرمادیں۔ یا وہ اخبار موجود ہو تو ضرور مہیا کردیں۔

ایک اور غلطی کی اصلاح

میں تو جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ دارالامان سے باہر گیا ہوں اور بوجہ علالت ترتیب اخبار کے کام میں بہت کم حصہ لے رہا ہوں۔ منشی فیاض علی صاحب کی روایات درج کرتے وقت ایڈیٹر صاحب نے جو نوٹ لکھا ہے اس میں بھی ایک سخت غلطی ہو گئی ہے۔ ممکن ہے کہ کاتب سے ہو گئی ہو اس میں لکھا ہے کہ آپ نے ۱۸۸۶ء میں دعوے مسیحیت سے دو سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی" حالانکہ بیعت **مارچ ۱۸۸۹ء** میں ہوئی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ ایڈیٹری یہ تنقید و تصحیح محبت کی نظر سے دیکھی جاوے گی۔" (عرفانی)

لالہ دینا ناتھ ایڈیٹر دیش

اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مجھے افسوس ہے کہ لالہ دینا ناتھ صاحب ایڈیٹر دیش و ہندوستان کی یہ روایت میں اس سے پیشتر شائع نہ کرسکا لالہ دینا ناتھ ایک کامیاب اخبار نویس تھے۔ میرے ساتھ ان کے بہت پرانے تعلقات تھے اور

وہ ہمیشہ میرا بزرگانہ احترام کرتے تھے۔ اسی جولائی ۱۹۳۴ء میں مجھے لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ میرے ساتھ سید دلاور شاہ صاحب بخاری بھی تھے۔ وہ حسب معمول نہایت محبت اور اکرام سے ملے۔ اور اثنائے گفتگو میں میرے کسی استفسار کے بغیر انھوں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرے دل میں **مرزا صاحب** (حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی کس قدر عظمت ہے؟ میں ان کا مقام اور مرتبہ بہت عظیم الشان سمجھتا ہوں۔ اگرچہ ان کے دعاوی کے متعلق **علم النفس** کی رو سے میں یہ مانتا ہوں کہ ان کو سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ لیکن ایک **مہا پرش** اور **روحانی** آدمی کے لحاظ سے بہت بڑے مرتبہ کے **انسان** تھے۔ اور میرا یہ عقیدہ ان کے متعلق ایک واقعہ سے ہوا۔ **حکیم غلام نبی** زبدۃ الحکماء کو آپ جانتے ہیں۔ اور مولوی فضل الدین صاحب وکیل کو بھی۔ حکیم صاحب کے مکان پر اکثر دوستوں کا اجتماع شام کو ہوا کرتا تھا۔ میں بھی وہاں چلا جاتا تھا۔ ایک روز وہاں کچھ احباب جمع تھے اتفاق سے **مرزا صاحب** کا ذکر آ گیا۔ ایک شخص نے ان کی مخالفت شروع کی۔ لیکن ایسے رنگ میں کہ وہ شرافت و اخلاق کے پہلو سے گری ہوئی تھی۔ مولوی فضل الدین صاحب مرحوم کو یہ سن کر بہت جوش آ گیا۔ اور انھوں نے بڑے جذبہ سے کہا کہ میں مرزا صاحب کا مرید نہیں ہوں ان کے دعاوی پر میرا اعتقاد نہیں اس کی وجہ خواہ کچھ ہو۔ لیکن

مرزا صاحب کی عظیم الشان شخصیت اور اخلاقی کمال کا میں قائل ہوں۔

میں وکیل ہوں اور ہر قسم کے طبقہ کے لوگ مقدمات کے سلسلہ میں میرے پاس آتے ہیں۔ اور ہزاروں کو میں نے اس سلسلہ میں دوسرے وکیلوں کے ذریعہ بھی دیکھا ہے بڑے بڑے نیک نفس آدمی جن کے متعلق کبھی وہم بھی نہیں آ سکتا تھا کہ وہ کسی قسم کی نمائش یا ریاکاری سے کام لیں گے۔ انھوں نے مقدمات کے سلسلے میں اگر قانونی مشورہ کے ماتحت اپنے بیان کو تبدیل کرنے کی ضرورت سمجھی بلا تامل بدل دیا۔ لیکن میں نے

اپنی عمر میں مرزا صاحب ہی کو دیکھا ہے جنھوں نے سچ کے مقام سے قدم نہیں ہٹایا۔

میں ان کے ایک مقدمہ میں وکیل تھا۔ اس مقدمہ میں میں نے ان کے لئے ایک **قانونی بیان** تجویز کیا۔ اور ان کی خدمت میں پیش کیا انھوں نے اسے پڑھکر کہا کہ

اس میں تو جھوٹ ہے

میں نے کہا کہ ملزم کا بیان حلفی نہیں ہوتا اور قانوناً اسے اجازت ہے کہ جو چاہے۔ وہ بیان کرے اسپر آپ نے فرمایا قانون نے اسے یہ تو اجازت دیدی ہے کہ جو چاہے بیان کرے۔ مگر

خدا تعالیٰ نے تو اجازت نہیں دی کہ وہ جھوٹ بھی بولے

اور نہ قانون ہی کا یہ منشا ہو ہے۔ پس میں کبھی ایسے بیان کے لئے آمادہ نہیں ہوں جس میں واقعات کا خلاف ہو میں صحیح صحیح امر پیش کروں گا۔

مولوی صاحب کہتے تھے کہ میں نے کہا کہ آپ جان بوجھ کر اپنے آپ کو بلا میں ڈالتے ہیں انھوں نے فرمایا

جان بوجھ کر بلا میں ڈالنا یہ ہے کہ میں قانونی بیان دیکر ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے خدا کو ناراض کر لوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا خواہ کچھ بھی ہو۔"

لالہ دینا ناتھ صاحب بیان کرتے تھے کہ مولوی فضل الدین صاحب کہتے تھے کہ یہ باتیں مرزا صاحب نے ایسے جوش سے بیان کیں کہ ان کے چہرہ پر

ایک خاص قسم کا جلال اور جوش تھا

میں نے یہ سن کر کہا کہ پھر آپ کو میری وکالت سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اسپر انھوں نے فرمایا کہ

"میں نے کبھی وہم بھی نہیں کیا کہ آپ کی وکالت سے فائدہ ہوگا یا کسی اور شخص کی کوشش سے فائدہ ہوگا۔ اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ کسی کی مخالفت مجھے تباہ کر سکتی ہے میرا بھروسہ تو خدا پر ہے۔ جو میرے دل کو دیکھتا ہے۔ آپ کو وکیل اسلئے کیا ہے کہ رعایت اسباب ادب کا طریق ہے۔ اور میں چونکہ جانتا ہوں کہ آپ اپنے کام میں دیانتدار ہیں اسلئے آپ کو مقرر کر لیا ہے۔"

مولوی فضل الدین صاحب کہتے تھے کہ میں نے پھر کہا کہ میں تو یہی بیان تجویز کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے کہا کہ نہیں جو بیان میں خود لکھتا ہوں **نتیجہ اور انجام سے بے پرواہ ہو کر وہی داخل کر دو** اس میں ایک لفظ بھی تبدیل نہ کیا جاوے۔ اور میں **پورے یقین سے آپکو کہتا ہوں کہ آپکے قانونی بیان سے وہ زیادہ موثر ہوگا۔** اور جس نتیجہ کا آپ کو خوف ہے وہ ظاہر نہیں ہوگا۔ بلکہ

انجام انشاء اللہ بخیر ہوگا

اور اگر فرض کر لیا جاوے کہ دنیا کی نظر میں انجام اچھا نہ ہو یعنی مجھے سزا ہو جاوے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ کیونکہ میں اسوقت **اسلئے خوش ہوں گا۔ کہ**

میں نے اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی

لالہ دینا ناتھ کہتے تھے کہ مولوی فضل الدین صاحب نے بڑے جوش اور اخلاص سے اسطرح پر مرزا صاحب کا ڈیفنس پیش کیا۔ اور کہا کہ انھوں نے پھر قلم برداشتہ اپنا بیان لکھ دیا۔ اور خدا کی عجیب قدرت ہے کہ جیسا وہ کہتے تھے

اسی بیان پر وہ بری ہو گئے

مولوی فضل الدین صاحب نے ان کی راستبازی اور راست بازی کے لئے ہر قسم کی مصیبت کو قبول کر لینے کی جرأت اور بہادری کا ذکر کر کے حاضرین مجلس پر ایک کیف آور حالت پیدا کر دی۔ اسپر بعض نے پوچھا کہ آپ پھر مرید کیوں نہیں ہو جاتے ۔ تو انھوں نے کہا کہ میرا ذاتی فعل ہے۔ اور تمہیں یہ حق نہیں کہ سوال کرو میں انھیں ایک **کامل راستباز** یقین کرتا ہوں اور میرے دل میں انکی بہت بڑی **عظمت** ہے۔

لالہ **دینا ناتھ** نے یہ قصہ بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس دن سے میرے دل میں بھی ان کی عظمت ایک **روحانی مہا پرش** کی ہے۔ گو میں ان کے دعاوی کو یہ سمجھتا ہوں کہ نفس انسانی کی ترقیات میں ایسے مغالطہ لگ جایا کرتے ہیں۔

(**عرفانی**) مولوی فضل الدین صاحب لاہور چیف کورٹ کے مشہور دیندار وکیل تھے۔ اسلامی اور قومی کاموں میں پچھلی نصف صدی میں وہ پیش پیش رہے ہیں۔ مقدمہ کلارک میں وہ وکیل تھے۔ جس میں حضرت اقدس پر **اقدام قتل کا الزام** تھا اسی مقدمہ میں حضرت اقدس کا وہ **اخلاقی کمال** بھی انھوں نے ملاحظہ کیا تھا۔ جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پر جرح کی صورت میں ظاہر ہوا۔ میں نے سیرۃ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مقدمات میں راستبازی کے سلسلہ میں جناب شیخ علی احمد خان صاحب کی روایت بھی اس رنگ میں ہے جو کہ ڈاک خانہ کے مقدمہ میں انھوں نے **حضرت اقدس** کو ایک قانونی بیان دینے کے لئے کہا۔ مگر آپنے قبول نہ کیا۔

میاں رحمت اللہ صاحب باغانوالہ کے زبانِ قلم سے

میاں رحمت اللہ صاحب باغانوالہ جو جماعت کے ابتدائی کارکنوں بلکہ بانیوں میں سے ہیں مجھے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:۔

ایک دفعہ کرمدین کا مقدمہ گورداسپور میں تھا خاکسار بہمراہی اخویم احمد یار اور میاں جی غلام نبی صاحب قادیان پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ حضور گورداسپور تشریف فرما ہیں۔ دو تین روز ہم انتظار کر کے واپس لوٹے

مگر بٹالہ پہنچکر ارادہ ہو گیا کہ چلو گورداسپور جا کر ہی حضرت اقدس کی زیارت کر لیں۔ ہم تینوں گورداسپور چلے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو حضور معہ خدام کچہری صدر میں جامن کے درختوں کے نیچے دری پر تشریف فرما تھے۔ زیارت اور مصافحہ کے بعد ہم خدمت میں حاضر رہے اور کلمات طیبات سے مستفید ہوتے رہے۔ شام کو مغرب کی نماز کے بعد حضور جب مکان پر تشریف فرما تھے۔ وہاں بھی دوسرے خدام ... ساتھ تھے۔ حضور بالا خانہ پر ایک پلنگ پر معہ چند خدام کے تشریف فرما تھے۔ اسی بالا خانہ کے ایک گوشہ میں ہم بھی بیٹھے تھے۔ باورچی نے حضور کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ **حضور کھانا تیار ہے**۔ فرمایا لے آؤ۔ چونکہ بالا خانہ پر کثرت سے ایسے معزز احباب موجود تھے جن میں گریجویٹ۔ وکلاء۔ تحصیلدار مجسٹریٹ وغیرہ۔ اسلئے ہم غریبوں نے خیال کیا کہ چلو ہم نیچے بیٹھ کر کھا لینگے ہم تینوں اسی گوشہ سے اٹھ کر چلے۔ حضور نے دیکھ کر فرمایا **کہاں جاتے ہو؟** ہم نے عرض کیا کہ حضور نیچے **جا کر کھا لیں گے**۔ فرمایا **کیا جگہ نہیں ہے؟** عرض کیا حضور جگہ تو ہے۔ فرمایا **پھر یہیں بیٹھ جاؤ اور کھانا کھاؤ**

اللہ اللہ کیا ہی **غریب نوازی** تھی۔ غرض کھانا آیا اور سب نے کھایا۔ حضور کے ساتھ پلنگ پر بہت سے لوگ ٹوٹ پڑے اور اندیشہ تھا کہ پلنگ ٹوٹ جائیگا۔ مگر حضور نے کسی کو منع نہ کیا۔ یہ اخلاق دیکھ کر ہمارا ایمان بفضلہ تعالیٰ بہت مضبوط ہوا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

(**نوٹ**) میاں رحمت اللہ صاحب لکھتے ہیں اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔ انھیں چاہیئے کہ وہ سب لکھ کر بھیجدیں۔ (عرفانی)

سیّد عزیز الرحمان صاحب کا ایک خط

مکرمی مخدومی سید عزیز الرحمٰن صاحب بریلوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے **سابقون الاولون** صحابہ میں سے ہیں اور الحمد للہ اسوقت تک قادیان میں زندہ ہیں انھیں اپنے ایام ملازمت میں تبلیغ کا بیحد جوش رہا ہے۔ اور چونکہ مہاراجہ کپورتھلہ کے ہاں ملازم تھے۔ اسلئے بہر ملک کے لوگوں کو پیغام پہنچانے کا موقع ملتا تھا انھوں نے اس مکتوب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے **سوانح حیات** کے بعض واقعات کو تحریر فرمایا ہے۔ اسلئے میں اسے سیرۃ المہدی کے ورق کے باب کے تحت میں دے رہا ہوں۔ اور یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت منشی محمد خان صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت منشی اروڑے خان صاحب رضی اللہ عنہ کے متعلق جو انھیں یاد ہیں لکھوا کر دفتر الحکم میں ضرور دے دیں

(عرفانی)

ایک دفعہ کا ذکر ہے منشی اروڑے خان صاحب مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ قادیان چلوگے۔ میں نے کہا کہ ہاں چلوں گا۔ ان کی عادت تھی کہ جب قادیان چلنے کے بارے میں ہاں کہہ دیتا۔ تو خوشی کے مارے مجھ سے لپٹ جایا کرتے تھے۔ اور جب میں جواب نفی میں دیتا تو سخت خفا ہو جاتے۔ خیر میں اُن کے ساتھ ہو لیا۔ آخر ہم گاڑی پر سوار ہو کر بٹالہ پہونچے۔

ایک بات اور یاد آگئی۔ وہ یہ کہ جب منشی صاحب مرحوم کپورتھلہ سے قادیان کو چلتے تو مقدمات کی مسل کی پیشانی پر "**روانگی حج بیت اللہ**" لکھ دیا کرتے جب دوسرے دن پیشی میں پکار ہوتی تو اُن کو غیر حاضر پا کر چپراسی چاروں طرف ڈھونڈتے۔ مگر نہ ملتے۔ آخر عدالت جب مسل پر اُن کا لکھا ہوا پڑھتی تو چپراسیوں کو حکم ملتا کہ وہ قادیان تشریف لے گئے ہیں۔ اسلئے شور ہرگز نہ کرو۔

جس وقت ہم بٹالہ پہنچ کر ریل سے اُترے تو معلوم ہوا کہ خواجہ کمال الدین مرحوم اور شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم بھی قادیان جانے کے لئے ہمارے ساتھ ہی گاڑی سے اُترے ہیں۔ ہمیں دیکھ کر اُنھوں نے ساتھ لایا ہوا ناشتہ نکالا۔ منشی صاحب مرحوم نے مجھ سے چپکے سے کہا کہ تم ان سے الگ ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اس کے بعد پھر ریل پر سوار ہوئے۔ اور ہم بجائے قادیان کے دھاریوال پہونچے۔ وہاں پہنچ کر ہم سب نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت سے خدام کے ساتھ مولوی محمد حسین والے مقدمہ کے متعلق پیشی میں دھاریوال تشریف لائے ہوئے تھے۔ قادیان سے آنے والے دوستوں کے علاوہ اردگرد کے دیہات وغیرہ سے اس قدر مخلوق حضور کے اشتیاق میں جمع تھی کھوّے سے کھوّا اچھلتا تھا۔ دھاریوال کے تمام کارخانے بند تھے۔ اور اُن میں کام کرنے والے سب وہیں جمع تھے۔ معلوم ہوا کہ دس دس پندرہ پندرہ کوس سے لوگ حضرت صاحب کو دیکھنے آئے ہوئے ہیں۔ تب مجھے یاد آ گیا کہ ہمارے ساتھ میرے دوست محمد خان صاحب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اور تینوں کپورتھلہ سے چلے تھے۔ خیر ہم تینوں آگے بڑھ کر حضرت اقدس کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے اپنا بستہ منشی اروڑے خاں کے سپرد کیا۔ اور فرمایا کہ اس کو سنبھالے رکھیں۔ چونکہ خلقت کا بہت اژدہام تھا۔ اس لئے منشی صاحب نے دوزانوں بیٹھ کر بستہ کو اپنی ٹانگوں کے نیچے دبا لیا۔ اسی صورت میں بہت عرصہ تک بیٹھے رہے۔ آخر ہم کھڑے کھڑے تھک گئے۔ اسپر میں نے منشی صاحب سے کہا کہ آپ بستہ بغل میں لے کر اُٹھیں تا اِدھر اُدھر ذرا کھڑے ہو لیں۔ اسپر انھوں نے کہا کہ یہ ناممکن ہے۔ ہاں میرے ساتھ آپ بیٹھ جائیں۔ میں بھی اُن کے پاس بیٹھ گیا اس کے بعد خلقت اس قدر ٹوٹ پڑی کہ یورپین اور غیر یورپین زائرین کی کثرت کئی ہزار تک ہو گئی۔ ایک دوست نے نہایت خوشنما ریشمی پٹکا حضرت اقدس کو کمر میں باندھنے کے لئے دیا آپنے اسے پکڑ کر رسّی کی طرح بٹ لیا۔ اور کمر کے ساتھ لپیٹ لیا۔ اس کے بعد سب لوگوں نے یہ درخواست کی کہ حضور کسی اونچی جگہ پر جلوہ افروز ہو جائیں۔ تاکہ ہم سب زیارت سے مشرف ہوں۔ اس کے بعد آپ نہر کے پل پر ...... کھڑے ہو گئے۔ رومال آپنے اپنے لبوں کے اوپر لے لیا۔ چند منٹ تک لوگ زیارت کرتے رہے وہیں نہر کے کنارے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ پڑھا۔ اور پھر نماز جمعہ پڑھائی۔ نماز کے وقت اسقدر مخلوق تھی۔ باوجودیکہ صفوں کو درست کرنے کی ہر چند کوشش کی گئی۔ لیکن کثرت مخلوق کے باعث صفیں درست نہ ہو سکیں۔ اسوقت ایک حیرت انگیز نظارہ آنکھوں نے یہ دیکھا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لوگوں کو ہر طرح سے روکا کہ مرزا صاحب کے ساتھ نماز نہ پڑھو مگر وہ اپنی کوشش میں بُری طرح ناکام رہا۔ آخرکار مجبور ہو کر ایک بڑ کے درخت کے نیچے کوئی بارہ آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد مقدمہ وغیرہ کے سب کام ہو گئے۔ اس کے بعد ہم واپس ہوئے اور بٹالہ ہو کر امرتسر پہونچے میرے پاس اسوقت منشی صاحب کا کوئی یکصد روپیہ موجود تھا۔ کیونکہ سفر میں تمام دوستوں کا میں ہی خزانچی ہوتا تھا۔ اسوقت میرے پاس ایک سنہری سرکاری گھڑی بھی تھی۔ اور اسے میں نے اسی رومال کے کونے میں باندھا ہوا تھا۔ جس میں تمام دوستوں کے روپے بندھے تھے۔ جب ہم نے امرتسر آکر بٹالہ والی گاڑی کو چھوڑا اور جالندھر والی گاڑی پر سوار ہوئے تو وہ نقدی والا رومال بٹالہ والی گاڑی میں بھول کر چھوڑ آیا ریل کی گھبراہٹ میں خیال نہ رہا۔ اس کے بعد لاہور سے ایک گھوڑوں کا سوداگر آیا چونکہ منشی خان صاحب مرحوم سرکار کپورتھلہ کے لئے گھوڑے خریدا کرتے تھے اس لئے وہ اس سلسلہ میں اُس سوداگر سے باتیں کرتے رہے۔ گاڑی چلنے میں کوئی ایک دو منٹ باقی رہ گئے۔ تو مجھے اپنی گٹھڑی یاد آگئی۔ اور میں نے اپنے ہمراہیوں سے تمام ماجرا بیان کیا۔ اس پر منشی محمد خان صاحب نے اُس سوداگر سے کہا کہ آپ مہربانی کر کے ہمارے مال کا پتہ کریں۔ اس نے ڈبہ کا نمبر پوچھا۔ مگر ہم میں سے کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔ اسلئے ہم نمبر نہ بتا سکے۔ اسپر گاڑی چل پڑی۔ اسپر مجھے سخت قلق ہوا۔ اور گھڑی کا خیال کر کے اور بھی صدمہ ہوا۔ کیونکہ میں کپورتھلہ سے بلا اجازت آیا تھا۔ میرے ساتھیوں نے مجھے بہت تسلی دی۔ اور ہر چند کہا کہ ہم نے اس قسم کے سفر میں کبھی کوئی نقصان نہیں دیکھا۔ لہٰذا آپ کوئی غم نہ کریں۔ لیکن مجھے کوئی تسکین نہ ہوئی۔ خیر جب عالم اضطراب میں گاڑی جب کرتارپور پہونچی۔ تو تار کے چپراسی نے اطلاع دی کہ منشی محمد خان کے نام تار آیا ہے

چونکہ تین منٹ کے لئے ہم نے وہاں اُترنا تھا۔ اس لئے ہم اطلاع سُن کر فوراً اُتر پڑے۔ اور تار لے کر پڑھا۔ تو معلوم ہوا کہ سوداگر صاحب نے تار دیا ہے کہ آپ کا تمام مال مل گیا ہے دوسری گاڑی سے ایک آدمی کے ہاتھ بھیج رہا ہوں۔ یہ معلوم کر کے منشی صاحب بیحد خوش ہوئے اور مجھے کہا کہ "کیوں جیسے ہم نے کہا تھا ویسا ہی ہوا نا اب فرمایئے تسلی ہوئی یا نہیں؟ اس کے بعد میں نے سفر کا حساب پیش کیا۔ اس پر منشی صاحب نے فرمایا کہ قادیان کے سفر کا نہ تو میں نے کبھی حساب رکھا۔ اور نہ ہی روپیہ واپس لایا۔ اور کچہری خفلہ ہوتے ہی سو روپے کا منی آرڈر حضرت اقدس کے نام لکھا۔ اور مجھے دیا۔ اور میں ڈاک خانہ جا کر حضرت اقدس کی خدمت میں ارسال کر دیا۔

مکرمی شیخ صاحب! منشی اروڑے خان صاحبؓ اور منشی محمد خان صاحب رضی اللہ عنہ کے تمام حالات مجھے یاد ہیں۔ اور وہ سب کے سب ایسے ہیں کہ ان کا محفوظ رکھنا آئندہ نسلوں کے لئے بیحد مفید ہے۔ لہٰذا اگر آپ ارشاد فرمائیں تو میں رفتہ رفتہ لکھوا کر آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

خاکسار سید عزیز الرحمٰن بریلوی مہاجر قادیان

میں کیوں کر احمدی ہوا؟

حلفیہ بیان

مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور بوتالوی نے میاں علی محمد صاحب ولد رسول بخش صاحب ساکن عالم گڑھ ڈاک خانہ خاص ضلع گجرات کا حلفیہ بیان میرے پاس شائع کرنے کے لئے بھیجا ہے یہ بیان دراصل ایک خواب ہے۔ جس کے دیکھنے سے وہ سلسلہ حقہ میں داخل ہو گئے۔ امید ہے یہ خواب اور لوگوں کے لئے باعث ازدیاد ایمان ہوگا۔

ہم مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے خاص طور پر شکر گذار ہیں۔ اور آئندہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ وہ پبلک کی ضیافت طبع کے لئے ایسا سامان مہیا کرتے رہا کریں گے (ایڈیٹر)

میں علی محمد ولد رسول بخش احمدی ساکن عالم گڑھ ڈاک خانہ خاص ضلع گجرات اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ صحیح صحیح خواب کے واقعات بیان کروں گا۔ اگر میں جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لوں تو مجھ پر خدا کا عذاب نازل ہو

عرصہ ایک ماہ کا ہوتا ہے کہ میں نے ایک خواب دیکھا۔ جبکہ میں نے ابھی بیعت نہ کی تھی۔ کہ میں اپنے گاؤں سے نکلا ہوں۔ آگے ایک قبرستان آیا ہے۔ اسکے پاس سے گذر رہا ہوں تو دیکھتا ہوں جنوب مشرق کی طرف سے ایک سورج چڑھا ہے۔ اس کے آگے بادل آتے ہیں۔ لیکن اس کی روشنی ان کے اندر سے چھن چھن کر نکل رہی ہے۔ اور ان کے روکے نہیں رکتی۔ جب میں آگے گذر رہا ہوں تو قبروں کے اندر سے آواز آتی کہ ہم سے آگے کیوں گذر چلے ہو۔ میں سڑک پر آ کھڑا ہوا وہاں بہت سے آدمی بیٹھے اور کھڑے ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ سچے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ جھوٹے ہیں۔ میں سورج کی طرف بار بار دیکھتا ہوں۔ اور مشرق کی طرف دیکھتا ہوں تو چاند سرخ رنگ کا ہے میں چاند کی طرف دیکھ کر کہتا ہوں کہ کیا ہی عجیب بات ہے۔ شاید زمین پھر رہی ہے۔ اتنے میں میرا پیر نظر آیا جو مغرب کی طرف سے دوڑا آ رہا ہے میں نے ان سے پوچھا کہ چاند کیوں سرخ ہے۔ وہ کیوں اسطرف سے چڑھا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ چاند کے سورج ہو جانے کی وجہ سے اسطرف چڑھا ہے میں نے کہا کہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ تو انھوں نے کہا کہ اب تو سورج چڑھنے کا وقت ہو چکا ۹ - ۱۰ بجے کا وقت ہو چلا ہے (چھا ویلا ہو چلیا اے) میں نے ان سے بار بار پوچھا تو کہا کہ یہ سورج قادیان سے چڑھا ہے اور دیر سے چڑھا ہے۔ دوپہر کیوقت اس کا پتہ لگے گا۔ بعدہٗ کہا کہ چلو۔ اور ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لو۔ غرض ہم چلے۔ وہاں اُڑ کر گاؤں کے شمال مغرب کی جانب ٹیلے پر گئے۔ وہاں ایک پردہ سا بنا ہوا ہے اسکے باہر مجھے کھڑا کر کے کہتے ہیں کہ اپنے والد کو بلاؤ۔ میں ان کے پاس سے ہٹ کر حیران کھڑا ہوں کہ میرا والد تو مر چکا ہے کہاں سے لاؤں حیران ہوں تب میں نے مشرق کی طرف منہ کیا۔ اور اذان دینی شروع کی جب اشهد ان لا اله الا الله کہا تو میرا باپ زندہ ہو گیا۔ اور مجھے کہتا ہے کہ آؤ چلو تب شاہ صاحب کے پاس چلے گئے۔ میرے باپ نے میرے متعلق دعا کے لئے شاہ صاحب کو کہا کہ اس پر خدا رحمت کرے وغیرہ وغیرہ بعدہٗ میرا باپ واپس چلا گیا۔ آخر اندر سے آواز آئی کہ شیر شاہ کو بلاؤ (یہی میرے پیر کا نام تھا)۔ شاہ صاحب مجھے بھی اندر لے گئے۔ وہاں ایک کرسی پر ایک خوش شکل بزرگ بیٹھا ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ محمد رسول اللہ کی کچہری ہے۔ مجھے علم نہیں مجھے شاہ صاحب نے کہا اوپر نہیں دیکھنا نیچے ہی دیکھنا ہے۔ اگر بار بار اوپر دیکھیں تو اس کچہری سے باہر نکال دیتے ہیں۔

آخر ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک سیاہ فام انسان بلند آواز سے اعلان کر رہا ہے کہ اگر سچ نہیں بولنا تو مسجدیں خالی کر دو مصلے چھوڑ دو حضرت نبی کریم کے سامنے کاغذ بکھرے ہوئے ہیں۔ پاس ہی ان کے ایک اور آدمی ہے۔ جو لکھتا جا رہا ہے پاس ہی ایک جماعت کھڑی ہے۔ جن کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا میرے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسے پکڑ لو۔ اور ان میں چھوڑ آؤ۔ مجھے شاہ صاحب نے اٹھا کر اس جماعت میں جا کھڑا کیا اس جگہ ایک آدمی ان کو وعظ و نصیحت کر رہا ہے پھر شاہ صاحب نے کہا کہ تم نے اس جگہ جماعت میں کھڑے رہنا ہے جب تک کہ تم کو یہاں بلایا نہ جائے تھوڑی دیر کے بعد پھر یہاں سے مجھے پیچھے بلا لیا۔ ابھی میں بیٹھا ہی ہوں کہ نگاہ اوپر کر کے دیکھتا ہوں کہ وہاں کچھ بھی نہیں ہے سوائے شاہ صاحب کے۔ کوئی پردہ وغیرہ بھی نہیں۔ ہم دونوں واپس چلے آتے۔ جب قریب آئے ہیں تو پھر آنکھ کھل گئی۔

یہی خواب متواتر مجھے تین دفعہ آئی

بقلم خاکسار عبدالرحمان انور بوتالوی حال وارد عالم گڑھ
۳۴ — ۱۰ — ۴

نشان انگوٹھا علی محمد

اصلاح

اخبار میں باوجود احتیاط کے بعض غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ بعض تو اس قسم کی ہوتی ہیں کہ وہ سہو کاتب ہوتی ہیں۔ اور بعض اوقات کاپی پڑھتے وقت نظر انداز ہو جاتی ہیں لیکن جہاں واقعات کے غلط ہونے کا احتمال ہو۔ وہ افسوسناک ہوتی ہے یا قرآن مجید کی کسی آیت کو غلط لکھدیا جائے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس قسم کی غلطیاں بعض اوقات ہو جاتی ہیں۔

سیرۃ المہدی کا جو ورق ۷ر اکتوبر کے الحکم میں شائع ہوا ہے۔ اس میں روایت نمبر ۳۲ میں کچھ غلطی ہو گئی ہے اصل یوں ہے کہ

جب بشیر اول پیدا ہوا تو آپ نے اسکا عقیقہ بڑا شاندار کیا بارش ہو رہی تھی اور دوست مختلف مقامات سے آئے تھے۔ مولوی محمد حسین نے اس دھوم دھام سے عقیقہ ہوتے دیکھا تو اس کو بہت رنج ہوا۔ اس نے اعتراض کیا کہ **انھوں نے لوگوں کے چندے کا روپیہ اس پر خرچ کر دیا ہے** پھر بشیر اول فوت ہو گیا تو اس کی وفات کا شور کر آیا اور کہا کہ لوگ تمخول کرتے ہیں الاخرہ۔

شائع شدہ روایت وہ حصہ جس پر خط اور جلی کر دیا ہے، رہ گیا ہے۔

اسیطرح روایت نمبر ۳۶ میں **لا تبطلوا** کی بجائے لا یبطلوا غلط شائع ہو گیا ہے

(ایڈیٹر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھیے اخبار الحکم ۷ نومبر ۱۹۳۴ء)

درحقیقت متقیوں کے واسطے بڑے بڑے وعدے ہیں اور اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ولی ہوتا ہے جھوٹے ہیں وہ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم مقرب بارگاہ الٰہی ہیں۔ اور پھر متقی نہیں ہیں بلکہ فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور ایک ظلم اور غضب کرتے ہیں۔ جبکہ وہ ولایت اور قرب الٰہی کے درجہ کو اپنے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ متقی ہونے کی شرط لگا دی ہے

پھر ایک اور شرط لگاتا ہے یا یہ کہو کہ متقیوں کا ایک اور نشان بتاتا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی ان کی نصرت کرتا ہے۔ جو متقی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی معیت کا ثبوت اس کی نصرت ہی سے ملتا ہے۔ پہلے دروازہ ولایت کا ویسے بند ہوا۔ اب دوسرا دروازہ معیت اور نصرت الٰہی کا اسطرح بند ہوا۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کبھی کبھی ناپاکوں اور فاسقوں کو نہیں مل سکتی۔ اس کا انحصار تقویٰ پر ہی ہے۔ خدا کی اعانت متقی ہی کے لئے ہے۔ پھر ایک اور راہ ہے۔ کہ انسان مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور حاجات مختلف رکھتا ہے۔ ان کے حل اور روا ہونے کے لئے بھی تقویٰ ہی کو اصول قرار دیا ہے معاش کی تنگی اور دوسری تنگیوں سے راہ نجات تقویٰ ہی ہے۔ فرمایا

من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب

متقی کے لئے ہر مشکل سے ایک مخرج پیدا کر دیتا ہے اور اس کو غیب سے اس سے مخلصی پانے کے اسباب بہم پہنچا دیتا ہے۔ اس کو ایسے طور سے رزق دیتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہ لگے۔

اب غور کر کے دیکھ لو کہ انسان اور دنیا میں چاہتا کیا ہے انسان کی بڑی سے بڑی خواہش دنیا میں یہی ہے۔ کہ اس کو سکھ اور آرام ملے۔ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی راہ مقرر کی ہے۔ جو تقوے کی راہ کہلاتی اور دوسرے لفظوں میں اس کو قرآن کریم کی راہ کہتے ہیں یا اس کا نام صراط مستقیم رکھتے ہیں۔

کوئی یہ نہ کہے کہ کفار کے پاس بھی مال اور دولت اور املاک ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی عیش و عشرت میں منہمک اور مست رہتے ہیں۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ وہ دنیا کی آنکھ میں بلکہ ذلیل دنیاداروں اور ظاہر پرستوں کی آنکھ میں خوش معلوم دیتے ہیں مگر درحقیقت وہ ایک جلن اور دکھ میں مبتلا ہوتے ہیں

تم نے ان کی صورت کو دیکھا ہے۔ مگر میں ایسے لوگوں کے قلب پر نگاہ کرتا ہوں تو ایک سعیر اور سلاسل و اغلال میں جکڑے ہوئے ہیں۔ جیسے فرمایا ہے انا اعتدنا للکافرین سلاسل و اغلالا وسعیرا۔ وہ نیکی کی طرف آ ہی نہیں سکتے اور ایسے اغلال ہیں کہ خدا کی طرف ان کا اغلال کیوجہ سے ایسے دبے پڑے ہیں کہ حیوانوں اور بہائم سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں۔ ان کی آنکھ ہر وقت دنیا ہی کی طرف لگی رہتی ہے۔ اور زمین کی طرف جھکے جاتے ہیں۔ پھر اندر ہی اندر ایک سوزش اور جلن بھی لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اگر مال میں کمی ہو جائے یا حسب مراد تدبیر میں کامیابی نہ ہو۔ تو کڑھتے اور جلتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات سودائی اور پاگل ہو جاتے ہیں۔ یا عدالتوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ یہ واقعی بات ہے کہ بے دین آدمی سعیر سے خالی نہیں ہوتا اسلئے اس کو قرار اور سکون نصیب نہیں ہوتا۔ جو راحت اور تسلی کا لازمی نتیجہ ہے۔ جیسے شرابی ایک جام شراب پی کر ایک اور مانگتا ہے۔ اور مانگتا ہی جاتا ہے اور ایک جلن سی لگی رہتی ہے ایسا ہی دنیادار بھی سعیر میں ہے اس کی آتش آز ایکدم بھی بجھ نہیں سکتی سچی خوشحالی حقیقت میں ایک متقی کے لئے ہے۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اس کے لئے دو جنت ہے۔

متقی سچی ..... خوشحالی ایک جھونپڑی میں پا سکتا ہے۔ جو دنیادار اور حرص و آز کے پرستار کو رفیع الشان قصر میں بھی نہیں مل سکتی۔ جسقدر دنیا زیادہ ملتی ہے اسیقدر بلائیں زیادہ سامنے آ جاتی ہیں پس یاد رکھو کہ حقیقی راحت اور لذت دنیادار کے حصہ میں نہیں آئی۔ یہ مت سمجھو کہ مال کی کثرت عمدہ عمدہ لباس اور کھانے کسی خوشی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ اس کا مدار ہی تقوے پر ہے جبکہ ان ساری باتوں سے معلوم ہو گیا کہ سچے تقوے کے بغیر کوئی راحت اور خوشی مل ہی نہیں سکتی۔ تو معلوم کرنا چاہیئے کہ تقوے کے بہت سے شعبے ہیں۔ جو عنکبوت کے تاروں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ تقویٰ تمام جوارح انسانی اور عقائد زبان اخلاق وغیرہ سے متعلق ہے نازک ترین معاملہ زبان سے ہے۔ بسا اوقات تقویٰ کو دور کر کے ایک بات کہتا ہے۔ اور دل میں خوش ہو جاتا ہے کہ میں نے یوں کہا۔ اور ایسا کہا۔ حالانکہ وہ بات بری ہوتی ہے۔ مجھے اس پر ایک نقل یاد آئی ہے۔ کہ ایک بزرگ کی

کسی دنیادار نے دعوت کی۔ جب وہ بزرگ کھانا کھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو اس متکبر دنیادار نے اپنے نوکر کو کہا کہ فلاں تھال لانا جو ہم پہلے حج میں لائے تھے پھر کہا کہ دوسرا تھال بھی لانا جو دوسرے حج میں لائے تھے اور پھر کہا کہ تیسرے حج والا بھی لیتے آنا۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تو تو بہت ہی قابل رحم ہے۔ ان تین فقروں میں تو نے اپنے تین ہی حجوں کا ستیاناس کر دیا۔ تیرا مطلب اس سے صرف یہ تھا کہ تو اس امر کا اظہار کرے کہ تو نے تین حج کئے ہیں۔ اسلئے خدا نے تعلیم دی ہے کہ زبان کو سنبھال کر رکھا جائے۔ اور بے معنی بے ہودہ بےموقع غیر ضروری باتوں سے احتراز کیا جائے۔

دیکھو اللہ تعالیٰ نے ایاک نعبد کی تعلیم دی ہے اب ممکن تھا انسان اپنی قوت پر بھروسہ کر لیتا۔ اور خدا سے دور ہو جاتا۔ اس لئے ساتھ ہی ایاک نستعین کی تعلیم دے دی۔ کہ یہ مت سمجھو کہ یہ عبادت جو میں کرتا ہوں اپنی قوت اور طاقت سے کرتا ہوں۔ ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی استعانت جبتک نہ ہو۔ اور خود وہ پاک ذات جبتک توفیق اور طاقت نہ دے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور پھر ایاک اعبد و یا ایاک استعین نہیں کہا۔ اسلئے کہ اس میں نفس کے تقدم کی بو آتی تھی اور یہ تقوے کے خلاف ہے۔ تقویٰ والا کل انسانوں کو لیتا ہے۔ زبان سے انسان تقوے سے دور چلا جاتا ہے۔ اور زبان سے ہی تکبر کر لیتا ہے۔ اور زبان سے ہی فرعونی صفات آ جاتی ہیں۔ اور اسی زبان کی وجہ سے پوشیدہ اعمال کو ریاکاری سے بدل لیتا ہے اور زبان کا زیان بہت جلد پیدا ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص ناف کے نیچے کے عضو اور زبان کو شر سے بچاتا ہے۔ اس کی بہشت کا ذمہ دار میں ہوں۔ حرام خوری اس قدر نقصان نہیں پہنچاتی۔ جیسے قول زور۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ حرام خوری اچھی چیز ہے۔ یہ سخت غلطی ہے۔ اگر کوئی ایسا سمجھے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص جو اضطراراً سؤر کھا لے۔ تو یہ امر دیگر ہے لیکن اگر وہ اپنی زبان سے خنزیر کا فتوےٰ دیدے تو وہ اسلام سے دور نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال ٹھیراتا ہے۔

غرض اس سے معلوم ہوا کہ زبان کا زیان خطرناک ہے اسلئے متقی اپنی زبان کو بہت ہی قابو میں رکھتا ہے۔ اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نہیں نکلتی جو تقوےٰ کے خلاف ہو۔ پس تم اپنی زبانوں پر حکومت کرو۔ نہ یہ کہ زبانیں تمپر حکومت کریں۔ اور اناپ شناپ بولتے رہو ہر ایک بات کہنے سے پہلے سوچ لو۔ کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کی اجازت اس کے کہنے میں کہاں تک ہے۔ جب تک یہ نہ سوچ لو مت بولو۔ ایسے بولنے سے جو شرارت کا باعث اور فساد کا موجب ہو نہ بولنا بہتر ہے لیکن یہ بھی مومن کی شان سے بعید ہے۔ کہ امر حق کے اظہار میں رُکے۔ اسوقت کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور خوف زبان کو نہ روکے۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی نبوت کا اعلان کیا تو اپنے پرائے سب کے سب دشمن ہو گئے۔ مگر آپ نے ایک دم بھر کے لئے کبھی کسی کی پروا نہ کی۔ یہانتک کہ جب ابوطالب آپ کے چچا نے لوگوں کی شکایتوں سے تنگ آکر کہا کہ اسوقت بھی آپ نے صاف طور پر کہدیا کہ میں اس کے اظہار سے نہیں رُک سکتا۔ آپ کا اختیار ہے میرا ساتھ دیں یا نہ دیں۔

پس زبان کو جیسے خدا تعالیٰ کی رضامندی کے خلاف کسی بات کے کہنے سے روکنا ضروری ہے، اسی قدر امر حق کے اظہار کے لئے کھولنا لازمی امر ہے یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔ مومنوں کی شان ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے سے پہلے ضروری ہوتا ہے۔ کہ انسان اپنی عملی حالت ثابت کر دکھائے۔ کہ وہ اس قوت کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر کہ وہ دوسروں پر اپنا اثر ڈالے۔ اس کو اپنی حالت اثر انداز بھی تو بنانی ضروری ہے۔ پس یاد رکھو کہ زبان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کبھی مت روکو۔ ہاں محل موقع کی شناخت بھی ضروری ہے۔ اور انداز بیان ایسا ہونا چاہیئے جو نرم ہو اور سلاست اپنے اندر رکھتا ہو۔ ایسا ہی تقوےٰ کے خلاف بھی زبان کا کھولنا سخت گناہ ہے۔

پھر دیکھو کہ تقوےٰ کو ایسی اعلےٰ درجہ کی ضروری شے قرار دیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی علت غائی اسی کو ٹھیرایا ہے۔ چنانچہ دوسری صورت کو جب شروع کیا ہے تو یوں فرمایا ہے

الٓمٓ ذالک الکتٰب لا ریب فیه ھدًی للمتقین

میرا مذہب یہی ہے کہ قرآن کریم کی یہ ترتیب بڑا مرتبہ رکھتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس میں علل اربعہ کا ذکر فرمایا ہے۔ علت فاعلی۔ مادی۔ صوری۔ غائی ہر ایک چیز کے ساتھ یہ چار ہی علل ہوتی ہیں۔ قرآن کریم نہایت اکمل طور پر ان کو دکھاتا ہے۔ الٓمٓ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو بہت جاننے والا ہے۔ اس کلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔ یعنی خدا اس کا فاعل ہے ذالک الکتاب یہ مادہ بتایا یا یہ کہو کہ یہ علت مادی ہے۔ علت صوری لا ریب فیه ہر ایک چیز میں شک و شبہ اور ظنون فاسدہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ مگر قرآن کریم ایسی کتاب ہے۔ کہ اس میں کچھ ریب نہیں ہے۔ لا ریب اسی کے لئے ہے یعنی سب قسم کے ریب سے خراب حکیم اللہ تعالےٰ نے اس کتاب کی شان یہ بتائی کہ لا ریب فیه تو طبعاً ہر ایک سلیم الفطرت اور سعادتمند کی روح اچھلیگی۔ اور خواہش کریگی کہ اس کی ہدایتوں پر عمل کرے۔ ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ قرآن شریف کی اجلیٰ اور اصفیٰ شان کو دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا۔ ورنہ قرآن شریف کی خوبیاں اور اس کے کمالات اُس کا حُسن اپنے اندر ایک کشش اور جذب رکھتا ہے۔ کہ بے اختیار ہو ہو کر دل اُس کی طرف چلے آئیں۔ مثلاً اگر ایک خوشنما باغ کی تعریف کی جاوے کہ اس کے خوشبودار درختوں اور دل کو تر و تازہ کرنے والی بوٹیوں اور روشوں اور مصفا پانی سے بہتی ہوئی ندیوں اور نہروں کا تذکرہ کیا جاوے تو ہر ایک شخص دل سے چاہے گا۔ کہ اس کی سیر کرے اور اس سے حظ اٹھاوے۔ اور اگر یہ بھی بتایا جاوے کہ اس میں بعض چشمے ایسے جاری ہیں جو امراض مزمنہ اور مہلکہ کو شفا دیتے ہیں۔ تو اور بھی زیادہ جوش اور طلب کے ساتھ لوگ وہاں جائیں گے۔ اسی طرح پر قرآن شریف کی خوبیوں اور کمالات کو اگر نہایت ہی خوبصورت اور موثر الفاظ میں بیان کیا جاوے۔ تو روح پورے جوش کے ساتھ اس طرف دوڑتی ہے۔ اور حقیقت میں روح کی تسلی اور سیری کا سامان۔ اور وہ بات جس سے روح کی حقیقی احتیاج پوری ہوتی ہے۔ قرآن ہی میں ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ھدًی للمتقین

اور دوسری جگہ کہا

لا یمسه الا المطھرون

اس سے مراد وہی متقین ہیں جو ھدًی للمتقین میں بیان ہوئے ہیں۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ قرآنی علوم کے انکشاف کیلئے تقوےٰ شرط ہے۔ علوم ظاہری اور علوم قرآنی کے حصول کے درمیان ایک عظیم الشان فرق ہے۔ دنیوی اور رسمی علوم کے حاصل کرنے کے واسطے تقوےٰ شرط نہیں ہے۔ صرف نحو طبعی فلسفہ ہیئت و طبابت پڑھنے کے واسطے یہ ضروری امر نہیں ہے کہ وہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو۔ اور امر الٰہی اور نواہی کو ہر وقت مدنظر رکھتا ہو۔ اپنے ہر فعل اور قول کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکومت کے نیچے رکھے۔ بلکہ بسا اوقات کیا عموماً دیکھا گیا ہے کہ دنیوی علوم کے ماہر اور طلبگار دہریہ منش ہو کر ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آج دنیا کے سامنے ایک زبردست تجربہ موجود ہے۔ یورپ اور امریکہ باوجودیکہ وہ لوگ ارضی علوم میں بڑی ترقیاں کر رہے ہیں۔ اور آئے دن نئی ایجادات کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اُن کی روحانی اور اخلاقی حالت بہت کچھ قابل شرم ہے۔ لنڈن کے پارکوں اور پیرس کے ہوٹلوں کے حالات جو کچھ شائع ہوئے ہیں۔ ہم تو اُن کا ذکر بھی نہیں کر سکتے مگر علوم آسمانی اور اسرار قرآنی کی واقفیت کے لئے تقوےٰ پہلی شرط ہے۔ اس میں توبۃ النصوح کی ضرورت ہے۔ جب انسان پوری فروتنی اور انکساری کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے احکام کو نہ اٹھالے۔ اور اس کے جلال و جبروت سے لرزاں ہو کر نیازمندی کے ساتھ رجوع نہ کرے۔ قرآنی علوم کا دروازہ نہیں کھل سکتا۔ اور روح کے اُن خواص اور قویٰ کی پرورش کا سامان اُس کو قرآن شریف نہیں مل سکتا۔ جس کو پاکر روح میں ایک لذت اور تسلی پیدا ہوتی ہے قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور اس کے علوم خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ پس اس کے لئے تقویٰ بطور نردبان کے ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ بے ایمان شریر — خبیث النفس ارضی خواہشوں کے اسیر اُن سے بہرہ ور ہوں۔ اسواسطے اگر ایک مسلمان مسلمان کہلا کر خواہ وہ صرف و نحو۔ معانی۔ بدیع وغیرہ علوم کا کتنا ہی بڑا فاضل کیوں نہ ہو۔ دنیا کی نظر میں شیخ الکل فی الکل بنا بیٹھا ہو۔ لیکن اگر تزکیہ نفس نہیں کرتا قرآن شریف کے علوم سے اس کو حصہ نہیں دیا جاتا میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت دنیا کی توجہ ارضی علوم کی طرف بہت جھکی ہوئی ہے اور مغربی روشنی نے عالم کو اپنی نئی ایجادوں اور صنعتوں سے حیران کر رکھا ہے مسلمانوں نے بھی اگر اپنی فلاح اور بہتری کی کوئی راہ سوچی تو بدقسمتی سے یہ سوچی ہے۔ کہ وہ مغرب کے رہنے والوں کو اپنا امام بنالیں۔ اور یورپ کی تقلید پر فخر کریں۔ یہ تو نئی روشنی کے مسلمانوں کا حال ہے۔ جو لوگ پرانے فیشن کے مسلمان کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو حامی دین متین سمجھتے ہیں اُنکی ساری عمر کی تحصیل کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ صرف و نحو کے جھگڑوں اور اُلجھیڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور

ضالین

کے تلفظ پر مرمٹے ہیں۔ قرآن شریف کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں اور ہو کیونکر جب کہ وہ تزکیہ نفس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

(باقی)

عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْن

از قلم مجاہد ایران حضرت شاہزادہ حاجی عبدالمجید صاحب رضی اللہ عنہ

یہ گرامی قدر مضمون حضرت شاہزادہ حاجی عبدالمجید خان صاحب شہید کا وہ مضمون ہے جو آپ نے ۱۹۰۱ء میں شائع کیا تھا۔ اب یہ مضمون نایاب ہے۔ ہم بابو غلام حسین صاحب لدھیانوی کے ممنون ہیں کہ انھوں نے یہ مضمون کہیں سے مہیا کر کے شائع کرنے کے لئے ارسال فرمایا ہے۔ چونکہ اخبار کے صفحات کم ہیں۔ اس لئے صحابہ مسیح موعودؑ کا مضمون روک کر یہ مضمون شائع کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

لدھیانہ میں مخالفین میں سے سب سے زیادہ قوت و شوکت تین نامی گرامی مولوی تھے (۱) محمد (۲) عبداللہ (۳) عبدالعزیز یہ تینوں آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ ان کے فتوے دور دور جاری تھے۔ شہر لدھیانہ اور دیہات میں ان کا رعب داب اور سکہ قرار واقعی بیٹھا ہوا تھا۔ براہین احمدیہ کے زمانہ میں ہی جبکہ ہنوز مولوی محمد حسین بٹالوی حضرت اقدس علیہ السلام کو مجدد برحق مانتا تھا۔ ان مولویوں کے گھرانے سے حضور علیہ السلام کی نسبت کفر کا فتویٰ نکلا۔ ان لدھیانوی مولویوں میں سے عبداللہ کا انجام یہ ہوا کہ سہارنپور کے اسٹیشن پر بحالت سفر مر گیا۔ اور اس کی تجہیز و تکفین ایک ایسے شخص نے کی جو کہ نیچری ہونے کی وجہ سے ان مرے ہوئے لدھیانوی مولویوں کے عقیدہ میں کافر ہے۔ اب دیکھئے کہ انجام کار ایک کافر کے ہاتھ سے قبر میں داخل ہونا موجب عزت ہے یا ذلت؟

اور یہ ماجرا عبداللہ متوفی مذکور کا سہارنپور ریلوے سٹیشن پر مر جانا ان دنوں میں واقع ہوا۔ جبکہ عبداللہ متوفی کے بھائی عبدالعزیز متوفی نے اپنے بھائی محمد متوفی کے مشورہ سے اس عاجز پر ایک فوجداری استغاثہ دائر کیا تھا۔ اور بنا استغاثہ کی یہ تھی کہ اس عاجز نے اپنے ایک شائع کردہ اشتہار کے ذریعہ عبدالعزیز متوفی مذکور سے یہ دریافت کیا تھا کہ وہ کس وجہ سے اور کس دلیل سے اس عاجز کو کافر کہتا ہے؟ نیز اسی اشتہار میں خاکسار نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات پر اس سے ثبوت طلب کیا تھا۔ چونکہ اشتہار کا جواب اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اسواسطے اس نے "چوں بہ حجت بر نیاید بہ جنگ برخاست" پر عمل کر کے اس عاجز پر زیر دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۴ وغیرہ تعزیرات ہند وغیرہ نالش کی جس کا انجام یہ ہوا۔ کہ اس عاجز کو تو استغاثہ کی آمد و صدمہ سے بالکل محفوظ و مامون رکھا۔ مگر مدعی کو کئی ماہ تک مقدمہ کی پیروی کرنے میں سخت سرگردانی اور پریشانی کے بعد آخر کار از خود مقدمہ سے دست بردار ہونا پڑا۔ صرف کثیر اور محنتوں اور کوششوں کے ضائع اور رائیگاں جانے سے اس کے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ علاوہ ازیں اس کو نہایت دردناک مصیبت یہ نصیب ہوئی کہ مقدمہ سے دست بردار ہونے کے ساتھ ہی اس کا بڑا بھائی عبداللہ بحالت مسافرت مر گیا اس مقدمہ میں مدعی کو تین صدمے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ مدعی کو اس عاجز کی سزا دہی کی از حد آرزو تھی۔ اور ایسا ہی اس کی جماعت کو از حد تمنا تھی جس میں وہ ناکامیاب رہا۔ دوسرے یہ کہ جس مقدمہ کی عمارت کو بڑے ہی اہتمام اور ہمہ تن مصروفیت اور خرچ کثیر سے اس نے اٹھایا تھا۔ آخر لاچار ہو کر بحسرت تمام اس کو گرا دینا پڑا۔ تیسرے یہ کہ اپنے قوت دل اور زور بازو سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ یعنی بھائی اس کا گر گیا اور اس طرح اس جنگ کا خاتمہ ہوا فالحمد للہ رب العلمین لدھیانوی مخالفین کی ہلاکت کے ذکر میں اس مقدمہ کا بیان حرف جملہ معترضہ کی طرح واقع ہوا۔

اب عبداللہ کی وفات کے بعد اسکے بھائی عبدالعزیز کی باری آئی۔ یہ شخص مولوی اور مفتی ہونے کے علاوہ مشیخت مآب بھی تھا۔ ہزاروں دیہاتی زمیندار بھیڑ چال کے طور پر اس کے مرید تھے۔ حضور علیہ السلام کی مخالفت میں بڑا ہی جوشیلا اور سرگرم تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کے رجسٹری شدہ رسالجات اور کتب کو ہاتھ سے چھوتا بھی نہیں تھا۔ اور ڈاکیہ کو واپس کر کے کہا کرتا تھا کہ ہم ایسی گندی تحریروں کو لے کر اپنے ہاتھ کو ناپاک نہیں کرتے۔

القصہ جب وہ اپنی وعظوں اور خطبوں میں حضور والا کی توہین اور تحقیر و تکفیر میں حد سے بڑھ گیا تو غیرت الٰہی نے انتقام کے لئے جوش مارا اور ایک خونخوار شیر ببر کی طرح قہر خداوندی اسپر لپکا۔ یعنی وہ ایک ایسے دردناک اور جانگداز مرض میں مبتلا کیا گیا جس کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور کلیجہ کو منہ کو آتا ہے مرض کا نام لینا ضروری نہیں۔ ہاں اسقدر لکھا جاتا ہے کہ ہر ایک پیشاب کرنے کے وقت سوزش بول کی وجہ سے اس کو موت کا مزا چکھاتا پڑتا تھا۔ یہاں تک کہ آخر کار مدت دراز تک اس عذاب الیم میں گرفتار رہنے اور انواع اقسام کے دکھوں کے برداشت کرنے کے بعد راہی ملک عدم ہوا۔ اور اس طرح اس کا قصہ تمام کیا گیا فالحمد للہ رب العلمین

عبدالعزیز کی وفات کے تیرہ دن بعد اس کے بڑے بھائی مولوی محمد کی نوبت ظاہر ہوئی۔ یہ شخص بھی حضرت اقدس کا بڑا ہی مخالف تھا۔ اس نے اپنے رسالہ میں حضور علیہ السلام کو جا بجا مرتد کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ مگر اپنے رسالہ کے شائع کرنے کے بہت ہی جلد بعد اس جہان سے رخصت ہوا اور اس کے کردار زشت کا بدلہ بہت ہی جلد اس کو ملا گویا ایک ہاتھ سے رسالہ نکالا اور دوسرے ہاتھ سے موت کا پیالہ پی لیا۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے "کیا خوب سودا نقد ہے۔ اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے"

رسالہ کے شائع کرنے کے بعد جلت ہی فلت صاف بتاتی ہے کہ حقیقت میں مرتد کون تھا۔

غرض خدا نے ان ہر سہ مولویان لودھیانہ کا قضیہ خوب ہی چکایا۔ اور تینوں مخالف بھی عبداللہ آتھم پادری لیکھرام آریہ۔ حمید اللہ عیسائی۔ مولوی غلام دستگیر قصوری مولوی محی الدین لکھو کے والہ۔ مولوی اسمٰعیل علیگڈھی وغیرہ وغیرہ ہلاک شدہ مخالفین کی مد میں داخل ہوئے

فقطع دابر القوم الذی ظلموا والحمد للہ رب العلمین

ان ہر سہ مولویان لدھیانہ کے گھرانے میں ان کا ایک قریبی رشتہ دار مولوی اسمٰعیل ہے اس نے براہین احمدیہ کو دیکھ کر حضرت اقدس کے الہامات کی نسبت یہ فتویٰ لکھا تھا کہ لاشک فی ارتداد قائل ھذہ الکلمات مع معتقدیہ

چنانچہ اس شومی عمل کی وجہ سے یہ مولوی بھی گرفت خدا سے باہر نہ رہ سکا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار دونوں آنکھوں کی بصارت کا زوال اسیر وارد ہوا اور اب مطلق نابینا ہو کر گھر میں بیٹھا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

مولویان مذکور کے علاوہ ایک اور مولوی لدھیانہ میں ہے اس کا نام مولوی شاہدین ہے۔ یہ مولوی صاحب لدھیانہ میں مفتی پنجاب کے خطاب سے مشہور تھے۔ ان کا ایک مدرسہ جاری تھا۔ تفسیر حدیث۔ فقہ۔ منطق۔ اصول وغیرہ وغیرہ علوم کے طلبا درس پایا کرتے تھے۔ اور خود یہ مولوی صاحب بھی دیوبند۔ سہارنپور وغیرہ مقامات سے فضیلت کے سند یافتہ تھے۔ علاوہ ازیں شاہی خاندان کے امام بھی تھے۔ لدھیانہ اور دیہات لدھیانہ کے لوگ ان سے بھی فتویٰ لیتے تھے۔ انھوں نے کئی ایک دینی کتابیں بھی تالیف کی ہیں۔ اور نیز حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ مسمیٰ بہ حقیقت روح انسانی کی شرح بھی معقول اور مدلل طور پر لکھی ہے غرض صاحب لیاقت شخص تھے۔ مگر افسوس کہ قسمت کے پھیر سے ان کو بھی حضرت اقدس کی مخالفت کا جنون پیدا ہو گیا۔ اور اس مامور کی تکذیب میں ان کو تکذیب کا بہت سا حصہ ملا اور مخالفت میں بہت زور لگایا جس کا انجام یہ ہوا کہ اب مفتی صاحب کے دماغ میں بالکل خلل واقع ہو گیا ہے اور غلبہ سودا سے ہر طرف بھٹکتے پھرتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے ان سے ٹھٹھا مخول کرتے پھرتے ہیں۔ کوئی بچہ جیب میں کنکریاں ڈالتا ہے اور کوئی پگڑی میں کوئی چیز رکھ دیتا ہے۔ غرضیکہ مفتی صاحب باعث مضحکہ اطفال بن چکے ہیں۔ نہ مدرسہ رہا نہ امارت ہی۔ نہ تقویٰ نہ فتویٰ۔ نہ علم نہ عقل۔ نعوذ باللہ من اخذہ وشدۃ غضبہ اب دیکھئے مسیح موعود کی مخالفت کا برا نتیجہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔

سبحان اللہ کیا ہی عجیب ماجرا ہے۔ حضور علیہ السلام کے مخالفوں کی ابتری اور بربادی سے آیۃ کریمہ شریفہ انظر کیف کان عاقبۃ المکذبین کی پوری پوری تفسیر ہو گئی۔ جو جو لطف صحابہ کرام کو اس آیت فیض دراثت سے حاصل تھا ویسا ہی ہم نے بھی حظ اٹھایا ہے

مخالفوں کی ہلاکت سے حضرت اقدس علیہ السلام کی صداقت آفتاب اور ماہتاب سے زیادہ روشن ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ثبوت میں مخالفین کی ہلاکت اور ذلت ایک نہایت پختہ دلیل ٹھیرائی گئی ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ سے صاف صاف ظاہر ہے۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ ہمارے مخالفین کا اسقدر زور اور دبدبہ تھا کہ ہم لوگوں کو ان کی دھمکیوں اور ایذاؤں اور لعن طعن طرح طرح کی سختیوں نے ہر طرف سے گھیرا ہوا تھا مخالفین کی نیلی پیلی آنکھوں اور ان کی درندگی نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ہمارے کان ان کی گالیوں سے بہرے ہو گئے تھے اور ہمارے دل ان کے جانخراش کلمات سے چھلنی کی مانند سوراخ سوراخ تھے۔ کوئی یہ فتویٰ دیتا تھا کہ یہ لوگ مرتد ہیں۔ ان کی عورتوں سے جس کا جی چاہے نکاح کر لے۔ اور کوئی اپنے وعظ میں یہ حکم دیتا تھا کہ ان لوگوں کی جنازہ کی نماز درست نہیں ان کے مُردوں کی لاشیں کتوں کے آگے پھینک دینے کے لائق ہیں۔ اور کوئی کہتا کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ اور کافروں سے بدتر ہیں اور واجب القتل ہیں اور ان سے میل جول حرام ہے وغیرہ وغیرہ غرض بہت کچھ تپائے گئے۔ مگر بجز صبر و سکون و ثبات کے اور کچھ چارہ نہ تھا آسمان کی طرف آنکھیں لگی ہوئی تھیں اور امداد و نصرت الٰہی کے منتظر تھے۔ اور کہتے تھے کہ خدایا وہ دن بھی آویں گے کہ ان ظالموں کی ستمگری سے نجات ملے۔ سو الحمد للہ پروردگار نے وہ دن دکھائے کہ ہم اپنی آنکھوں سے اپنے مخالفین کو گور میں جاتے ہوئے دیکھ چکے۔ اور اسطرح ان موذیوں سے خدا نے ہم کو رہائی بخشی۔ پس خدا کے اس عظیم الشان احسان کے شکریہ میں ہم لوگ حمد و ثنا کے گیت اسی طرح گاتے ہیں جسطرح صحابہ کرام نے مکہ کے ظالموں یعنی ابوجہل و ابولہب وغیرہ وغیرہ کی ہلاکت کے وقت گایا تھا اور وہ یہ ہے:۔

فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العلمین

جلسہ دسمبر ۱۹۰۸ء حضرت حکیم الامۃ جناب مولوی نور الدین صاحب (یعنی خلیفہ اول ناقل) نے اثنائے وعظ میں یہ فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مخالفین کی نسبت اسطرح پیشگوئی فرمائی ہے کہ آپ کے مخالفین کی چار حالتیں ہونگی۔ یعنی چار حالتوں کے علاوہ پانچویں حالت ان کی اور کوئی نہ ہوگی۔

(۱) اول یہ کہ آپ کے مخالف آپ سے پہلے آپ کی زندگی میں مر کھپ جاویں گے

(۲) دوم یہ کہ ایسا ہوگا کہ بعض کو ان میں سے آخر ماننا پڑیگا

(۳) یہ کہ بعض بالکل خاموش ہو جاویں گے۔ اور چپ ہو کر بیٹھ جاویں گے۔ اور آخرکار تھک کر مخالفت چھوڑ دینگے

(۴) یہ کہ اگر مخالفت نہیں چھوڑیں گے۔ اور اپنی درندگی سے باز نہیں آویں گے۔ تو پھر ان کی یہ حالت ہوگی جس طرح دنیا میں چوہڑے چمار بستے ہیں اسطرح یہ لوگ ذلیل و خوار ہو کر زندگی بسر کریں گے۔ اور جیسے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مخالف یہودی ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کے مصداق بن چکے ہیں۔ ویسے ہی ان کی حالت ہوگی۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ لدھیانہ میں حضور علیہ السلام کے مخالفوں کی یہی چار حالتیں ہیں کئی ایک ان میں سے حضور کی زندگی میں ہی مر چکے ہیں۔ اور جو زندہ ہیں۔ ان میں سے ۱۹۲۵ بواسیر وغیرہ کی مرض میں ایسا مبتلا ہو رہا ہے کہ خون بدن میں ندارد ہے۔ ہلدی سے زیادہ چہرہ زرد ہو گیا ہے۔ اور کئی ایک ایسے ہیں کہ اب بالکل خاموش ہو رہے ہیں اور تھک کر بیٹھ گئے ہیں .... اور ان کے علاوہ جو بعض بعض ہیں وہ نہایت ذلت اور مسکنت کی حالت میں ہیں اور روز نحوست اور ادبار میں گھرتے جا رہے ہیں۔ فالحمد للہ رب العلمین

جسطرح سے کہ صحابہ کرام کے مخالفین یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں پہ طرح طرح کی گردشیں اور مصیبتیں وارد ہوویں۔ مگر برعکس اسکے خدا کی طرف سے صحابہ عظام کو روز بروز دنیا کی ترقی نصیب ہوتی جاتی تھی۔ اور مخالفین خود ہی مصیبتوں میں پھنستے جاتے تھے۔ اور جیسا کہ آیت یتربصون بکم الدوائر علیھم دائرۃ السوء (انتظار کرتے ہیں تم پہ گردشوں کی انہی پہ ہے گردش کی مار) میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کے مخالف بھی یہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ جماعت متفرق ہو جاوے۔ اور ان پہ حوادث و نوازل زمانہ ٹوٹ پڑیں اور یہ لوگ مصیبتوں میں گرفتار ہوویں۔ مگر خدا کی عجیب قدرت ہے اور مخالفین خود ہی بلاؤں اور دکھوں اور دردوں ہی میں مبتلا ہوتے جاتے ہیں و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

اس مضمون کے لکھنے کے بعد سعد اللہ لدھیانوی غالباً پلیگ سے مرا اور اس کی نسل بھی قطع ہو گئی۔ اور مولوی عبداللہ و محمد بھی جو یکایک مر گئے۔ وہ بھی پلیگ سے ہی مرے تھے اور سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء

میں کیونکر مبائع ہوا

عبدالقادر ساکنِ بھیرہ کے حالات

میری جائے پیدائش بھیرہ ضلع شاہپور سن ولادت ۱۳۱۱ھ ہے۔ مادہ تاریخ مصرعہ ذیل سے نکلتا ہے۔ ع

منشیٔ فاضل تولد ہم بداں تواب بخش

والد صاحب کا اسم گرامی مولوی فضل حسین احمد آبادی ہے جوکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۳۱۳ اصحاب میں سے ہیں چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ اپنے ہر رشتہ دار کو اس روحانی سرچشمہ کے آب صحبت اثر سے خصوصاً سیراب کرانے کے لئے دار الامان میں رکھنا چاہتے۔ جس کا ثبوت پتہ پا لیا تھا۔ چونکہ مجھے بھی آنحضور سے قریبی خونی رشتہ کا تعلق تھا اگرچہ میں والدین کا کمسن اور اکلوتا لڑکا تھا۔ تاہم مجھے میرے والدین سے لے لیا اور دار الامان میں اسطرح میری ابتدائی تربیت شروع ہوئی۔ قرآن کریم مولوی غلام محمد صاحب کشمیری سے پڑھا۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ چونکہ میرے والد صاحب مرحوم اسوقت ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے زیادہ کمزور اور بیمار رہنے لگے لہذا صرف ان کی خدمت جوکہ ہزار سعادت تھی کے لئے مجھے تعلیم چھوٹنی پڑی۔ ان ہی سے عربی فارسی پڑھ لیتا اور تیمارداری میں مصروف رہتا۔ اور اسی تیمارداری میں سن بلوغ کو پہنچا۔ تحصیل میلسی علاقہ ملتان میں ایک غیر احمدی خاندان میں میری شادی ہوئی۔ حسب الارشاد والد مرحوم مقامی شفاخانہ میں کمپونڈری سیکھنی شروع کی۔ اور بعد پاس کرنے امتحان احمدیہ بلڈنگس میں مرزا یعقوب بیگ کی ڈسپنسری میں ملازم ہو گیا انہیں ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ چونکہ مجھے احمدیہ بلڈنگس کا لٹریچر فراوانی سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اسلئے مسئلہ نبوت میں ٹھوکر کھا گیا اور مبائعین میں داخل نہ ہوا۔ رفتہ رفتہ وہ خیالات طبیعت میں راسخ ہو گئے اور مسئلہ نبوت پر میں ایک مشہور مناظر بن گیا یہاں تک اس میں شغف تھا کہ ۱۹۲۵ء میں جب میں سرکاری شفاخانہ سلانوالی میں تعینات تھا۔ ڈاکٹر مولوی منظور احمد صاحب جوکہ طفولیت سے در اور مبائعین میں داخل تھے۔ ان سے شب و روز اس مسئلہ میں گرما گرم بحثیں ہونے لگیں۔ جوکہ لاحاصل ہوئیں اور میں ۱۹۳۲ء تک اسی حالت میں رہا۔ حتیٰ کہ مولیٰ کریم نے خود رہنمائی فرمائی ایک رات خواب میں دیکھا کہ دو خونخوار جانور میرے تعاقب میں ہیں اور مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ میں دوڑتا دوڑتا تھک گیا۔ میدان بالکل چٹیل تھا۔ اتفاقاً ایک خشک درخت نظر آیا۔ جو صرف تنہ بلا شاخ تھا۔ میں نے خیال کیا کہ اسکے تنے سے لپٹ جاؤں۔ شاید اوجھل ہو کر بچ سکوں سو میں اس تنہ سے لپٹ گیا۔ درآنحالیکہ وہ جانور بالکل قریب تھے۔ اور میں سخت لرزہ براندام تھا۔ ایک بہت بڑا ٹوکرہ جوکہ کمرہ نما تھا آسمان کی طرف سے آیا اور مجھے بمعہ تنہ مذکور اپنے اندر لے لیا۔ اتنے وہ دونوں خونخوار جانور اس ٹوکرے کے پاس آ پہنچے اور پوری طاقت سے وہ ٹوکرا اٹھانے لگے۔ لیکن وہ ٹوکرا ان سے ذرا بھی نہ ہلا لیکن میں ڈر رہا تھا کہ ٹوکرا اٹھ گیا۔ تو میں ہلاک ہو جاؤں گا کہ مجھے محسوس ہونے لگا کہ یہ ٹوکرا نہیں بلکہ قادیان ہے اور ان موذی جانوروں سے اٹھ نہیں سکے گا۔ ان جانوروں کو میں درازوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ساری طاقت خرچ کر چکے تھے ہانپتے کانپتے مایوس ہو کر چلے گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس ٹوکرے کو کسطرح اٹھاؤں گا کہ معاً وہ کمرہ نما ٹوکرا اوپر کو اٹھا وہ معلق ہو گیا اب وہ چٹیل میدان غائب تھا اور اس جگہ وہ مقام تھا جو قادیان جاتے ہوئے براہ بٹالہ نہر کا مقام ہے۔ اس کے ساتھ کوٹھری اور کنواں بھی ہے۔ اور وہاں پر حضرت فضل عمر معہ ایک خاصی تعداد مخلصین موجود تھے میں آپکی طرف نیازمند ہو کر جا رہا تھا کہ حضور نے نہایت شفقت سے معانقہ فرمایا حاضرین حیران تھے کہ اس اجنبی کے ساتھ حضور اسقدر کیوں شفقت فرما رہے ہیں کہ حضور نے خود ہی انگلی سے فرمایا کہ یہ ہمارا محلہ دار ہے اسکے اور ہمارے مکانات مشترک ہیں۔ اس کے بعد حضور نے آسمان کی طرف پرواز فرمائی۔ ساتھ میں بھی اڑا اسکے بعد آنکھ کھل گئی۔ میں نے صبح یہ تمام کیفیت ڈاکٹر منظور احمد صاحب کو لکھ بھیجی اور چند یوم بعد بوقت مناظرہ مابین غیر احمدیان بیعت بر خلافت ثانیہ کا اعلان کر دیا۔ اسطرح یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک دیرینہ غلام خاندان کا بھٹکا ہوا فرد حضور کی قوت قدسیہ سے راہ راست پر آ گیا جس کی تفہیم ظاہری مباحثات سے نہ ہو سکی ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

جماعت احمدیہ کے امتحان کا وقت

ہر ایک شخص پر ایک وقت ایسا آتا ہے۔ جبکہ اس کا امتحان ہو جاتا ہے۔ اور اس امتحان میں اس کی چھپی ہوئی قوتوں کا پتہ لگ جاتا ہے۔ ایک انسان بڑے دعوے کے ساتھ اپنے آپ کو ایک بڑا مخلص جتلاتا ہے۔ مگر جب اسکے امتحان کا وقت آتا ہے اس وقت ایک ادنیٰ تشویش اس کے نفاق کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ہر شخص اپنے گمان میں تیس مار خاں بنا رہتا ہے مگر جب واقعی کوئی لڑائی شروع ہو اور آنکھوں کے سامنے دوسروں کی گردنیں کٹتی نظر آتی ہوں۔ اسوقت لڑائی کے لئے نکلنا بہادر اور بزدل میں تمیز کرا دیتا ہے۔ پس اپنے گھر بیٹھ کر دعویٰ کرنا ایک لاف زنی سے بڑھ کر نہیں۔ اور لاف زن آدمی ہمیشہ خدا اور اس کی مخلوق کے سامنے ذلیل ہوتا ہے۔ اسیطرح جماعتوں کا حال ہے۔ ہر ایک جماعت یہ دعوے کر سکتی ہے کہ اسے اپنے امام سے بڑا اخلاص ہے مگر اس کا اخلاص اور عدم اخلاص امتحان کیوقت ظاہر ہو سکتا ہے۔

حضرت امام نے اپنی جماعت کو ایک امتحان کی طرف بلایا ہے۔ اور یہ امتحان ایسا امتحان ہے جس میں ہماری سیکڑوں بھلائیاں پوشیدہ ہیں۔ اگر ہم نے اس امتحان میں نجاح حاصل کی تو یقیناً ہمارا قدم آگے سے بہت آگے پڑے گا اور ہم دنیا میں پورے معنوں میں زندہ قوم ہونگے۔

یہ امتحان ایسا ہی امتحان ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ایک لمبی غلامی کے بعد جب اُن کو نجات دی تو ان کو ارض مقدس میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ تو وہ منہ دیکھتے رہ گئے اور کہدیا

اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم کی ترقی رک گئی۔ اور قوم اس ارض مقدس کا منہ دیکھ نہ سکی۔

پس آج پھر امام وقت نے جسے خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے دنیا کی خلافتوں کو توڑ کر

خلیفۃ اللہ فی الارض

بنایا ہے اپنی قوم کو بلایا ہے۔ اور اس نے ہم سے ہماری ترقی کے لئے تین مطالبے کئے ہیں:-

پہلا مطالبہ یہ ہے کہ تمام وہ نوجوان جو فارغ التحصیل ہیں اور بیکار بیٹھے ہوئے ہیں آگے آئیں اور سلسلہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیں۔

پس ہر ایک احمدی نوجوان کا فرض ہے کہ وہ لبیک لبیک کہتا ہوا دوڑ پڑے۔ ہر ایک باپ کا فرض ہے کہ وہ ابراہیم کی طرح اپنے بیٹے کی قربانی کے لئے آگے بڑھے۔ اور

ہر ایک ماں کا فرض ہے کہ وہ **حضرت خنساء** کی طرح اپنے بچوں کو اپنے امام کے قدموں میں لا ڈالے ان نوجوانوں کا فرض ہے کہ تمام خواہشوں کو بالائے طاق رکھ کر میدان عمل میں آئیں۔ اسی طرح والدین کا فرض ہے کہ وہ صرف قربانی کے جذبہ سے آگے آگے بڑھیں۔ قربانی ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو قوموں کو زندہ کرتی ہے۔ ان نوجوانوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر ان کو موت کے منہ میں جانا ہوگا تو وہ چلے جائیں گے۔ اور دل ہر قسم کے خوف و ہراس سے پاک ہونے چاہئیں۔ **اسلام** کا لفظ ہی بتلاتا ہے کہ وہ کفن پہنے ہوئے لوگوں کی جماعت ہے۔ جن کے اپنے جذبات اپنے احساسات سب مر چکے ہیں۔ اور وہ سوا سے عبودیت کی چادر کے کچھ اوڑھے ہوئے نہیں ہیں ان کا سر ہر وقت تسلیم و رضا کی حالت میں جھکا رہتا ہے نہ ان کے مال اپنے ہیں۔ نہ ان کی جان اپنی ہے وہ سب کچھ خدا کا ہے۔ پھر جب ان سے اس کا مطالبہ کیا جائے تو اس کے دینے میں ان کو کیا عذر ہو سکتا ہے

موت تو ایک بار آنی ہی ہے۔ وہ بار بار آنے سے رہی پھر کیسا بزدل ہے وہ انسان جو موت سے چوہے کی طرح بل میں گھس جاتا ہے۔ کیا وہ لوگ جو کمروں میں بند رہتے ہیں وہ مرنے سے بچ رہتے ہیں۔ ہمینے تو ایسے واقعات دیکھے ہیں کہ وہ لوگ جن کو لوگ میدان جنگ میں مردہ سمجھ کر پھینک گئے۔ وہ زندہ اٹھ کر چلے آئے۔ اور وہ لوگ جو ایسی حالت میں موجود تھے اور کبھی وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ مر جائینگے۔ آن واحد میں مر گئے۔

نپولین جو دنیا کی نظر میں ایک بہت بڑا جرنیل تھا۔ اور حقیقت میں جرنیل تھا۔ اس کے آس پاس توپ کے گولے پھٹتے اور اس کے وزرا اسے کہتے کہ آپ یہاں سے ہٹ جائیں۔ مگر وہ کہتا کہ کیا یہ ضروری ہے کہ دوسرا گولہ بھی اسی جگہ پھٹے۔

یہ تو دور کی بات ہے۔ ہمینے شاہ فیصل سے سنا جبکہ وہ اپنے آخری سفر میں یورپ کو جا رہا تھا تو مصر میں ہوائی جہاز سے اترا اور اس کا جہاز فضائی آندھیوں میں کئی گھنٹے تک گھرا رہا۔ اور ایسے اترنے پر اسے کہا گیا کہ آپ ہمیشہ طیارہ پر سفر کرتے ہیں کیا آپ کو ڈر نہیں لگتا تو اس نے کہا کہ

موت تو صرف ایکدفعہ آئیگی خواہ جہاز پر آئے یا زمین پر خوف کیا۔ چنانچہ وہ فضائی آندھیاں تو ہلاک نہ کر سکیں۔ مگر اسی سفر میں وہ ایک پُر تکلف کمرے میں فوت ہو گیا۔

پس جو موت سے ڈر کر میدان عمل میں قدم نہیں رکھتا وہ سخت بزدل ہے اور اسے اسلام کے مغز کی ذرا واقفیت نہیں۔ اسلیئے **ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ** اپنے نام سے اس دھبہ کو دور کرے اور وہ سچا احمدی بن کر میدان عمل میں اتر آئے۔ کہ یہی کام کا وقت ہے

اے نوجوانو! ہمارے ملک کے نوجوانوں نے جو کانگریس اور دیگر تحریکات میں جو مردہ تحریکیں تھیں حصہ لے کر بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ ان لوگوں کو ایمان سے ذرہ بھر بھی مس نہ تھا۔ مگر تم تو خدا کے نبی کے ہاتھ سے زندہ شدہ لوگ ہو پھر تم کیسے پیچھے رہ سکتے ہو

آگے بڑھو! — آگے بڑھو!

الی الامام - الی الامام - الی الامام

(۲)

دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ "**اپنے اپنے چندوں کے بقایا جات صاف کرو**"

اس حکم کی اطاعت ہر احمدی مرد اور عورت پر فرض ہے تاکہ حضرت امام مالی تفکرات سے بے فکر ہو کر قوم کی کشتی کو کنارے پر لے جائیں۔ ہمکو اپنے اخراجات میں کلی طور پر کمی کر دینی چاہیئے اور اسطرح سے حضرت امام کے اس ارشاد میں تمام بقایا جات صاف کر دینے چاہئیں۔ اسلیئے کہ یہی طریق خدا کے پانے کا ہے جو قوم مالی جھگڑوں میں پھنسی رہی اس کا قدم آگے کی طرف نہیں بڑھ سکتا۔ اور پھر یہ مال بھی وہ مال ہے جو جب ہم کو اسی مال کی ادائیگی کے لئے بلایا جاوے۔ تو پھر ہم کیوں پس و پیش کریں۔ اسلیئے ہر احمدی کو اس ندا پر بھی لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیئے۔

(۳)

تیسرا مطالبہ

"آج سے ہمکو اپنے بھائیوں کے ساتھ کلی صلح کر لینی چاہیئے"

سنو! خلیفہ کی آواز خدا کی آواز ہے۔ کیونکہ آج ہم خلیفہ کے ذریعے سے خدا تعالیٰ کے ارادے کی منشیت کو پورا کر سکتے ہیں اور اس کی رضا کو حاصل کر سکتے ہیں۔ پس اس کا مطالبہ ہے کہ ہم **بنیان مرصوص** ہو جائیں۔ زمین پر ہم سب ایسے ہوں۔ جیسے ماں جائی بھائی۔ ہم میں کسی قسم کی کدورت اور تیرگی باقی نہ رہے پس آج کے بعد کسی احمدی کو کسی احمدی سے ناراضگی نہیں رہنی چاہیئے۔ اور حضرت امام کو ایک ہفتہ کے اندر تمام جماعتوں کی طرف سے یہ مژدہ مل جانا چاہیئے کہ حضور کے ارشاد کے ماتحت اب جماعت میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو دوسرے سے ناراض ہو۔ اور ہم آج سے سب **بنیان مرصوص** ہیں

اے ہمارے امام! اور اے ہمارے سید و مولیٰ! آ۔ اور اس مضبوط دیوار کو حرکت دے کہ وہ تیرے ارادے کے ماتحت حرکت کرے گی۔ اور یہ وہ کوٹنے کا پتھر بنے گی کہ **جس پر یہ گر پڑیگی اسکو چکنا چور کر دیگی اور جو اسپر گریگا وہ ریزہ ریزہ کیا جائیگا۔**

تربیت اولاد

مکتوبات عرفانی

حضرت والد صاحب قبلہ نے میرے اور میرے بھائیوں کے نام اپنے سفروں میں اور ہمارے سفروں میں سینکڑوں خطوط لکھے۔ یہ خطوط سب کے سب اپنے اندر بے بہا خزائنِ حکمت رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ہم کو ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ بچوں کی تربیت کے لئے ضروری ہے۔ کہ والدین اسی قسم کے خطوط لکھتے رہا کریں۔ آج میں حضرت والد صاحب کا ایک خط اسی نیت سے شائع کرتا ہوں۔ جو انہوں نے یہ خط فروری ۱۹۱۸ء میں عراق میں لکھا تھا۔ جبکہ میرا چھوٹا بھائی شیخ ابراہیم علی سلسلہ کی آواز پر فوج میں ملازم ہو کر میدانِ جنگ میں گیا تھا۔ آج گورنمنٹ پنجاب کے وہ افسر جو ہمارے جذبات اور احساسات کو ٹھکرا رہے ہیں۔ اگر اس خط کے ابتدائی حصہ کو پڑھیں۔ تو ان کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہمارے نوجوان کس قسم کے خیالات لیکر میدانِ جنگ میں گئے تھے۔ اور ان کے والدین ان کے دماغوں میں کس قسم کے خیالات کو منقوش کر رہے تھے (محمود احمد عرفانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیارے بیٹے! ابراہیم علی! اللہ تعالےٰ تمہارا ہر حال میں ناصر و نگہبان ہو۔ آمین۔

تمہارا خط آج ۸ ر فروری ۱۹۱۸ء کو ملا۔ یہ دن بہت مبارک اور خیر و برکت کا دن ہے۔ کہ تیرا سفر نامہ میں پڑھتا ہوں۔ گھر بھر کو عید ہو گئی۔ تیری خیریت کی خبر ہم سب کے لئے بہت خوشی کا موجب ہے۔

میرے جگر کے ٹکڑے! تمہیں خوب معلوم ہے۔ کہ تم کو میں نے وہاں اس لئے نہیں بھیجا۔ کہ مجھے ضرورت ہے۔ کہ تو روپیہ پیدا کرے۔ نہ اس لئے کہ تیرے کھانے پہننے کے لئے مجھے تکلیف تھی۔ نہیں۔ تو میری آنکھ کا تارا ہے۔ مگر مذہب جس کے لئے انسان مرتا ہے۔ اس کی تعلیم ہے۔ کہ اپنے محسنوں کا عملی شکریہ ادا کرے۔ سلسلہ احمدیہ گورنمنٹ کا ایک عملی وفادار سلسلہ ہے۔ پس تو اس خدمت میں سلسلہ کی خدمت کرتا ہے اور میری یہ خواہش رہی ہے۔ اور انشاء اللہ رہے گی کہ میری اولاد خادم دین ہو۔ پس تجھکو اسی رنگ میں توفیق ملی ہے۔ خدا تعالےٰ کا شکر کرو۔ میں جانتا ہوں۔ تو بزدل نہیں۔ مگر جب انسان پردیس میں جاتا ہے۔ تو اس کا حوصلہ بڑا قوی ہونا چاہیئے۔ اور اس کی ہمت بڑی بلند ہو۔

تم اپنے ارد گرد دیکھو۔ کہ کس قدر لوگ ملک اور حکومت کی خدمت کے لئے کہاں کہاں سے آئے ہیں۔ بہتوں کی غرض دُنیا کمانا ہوگی۔ مگر تم اپنا مقصد سلسلہ کی خدمت رکھو اور خدا کی رضا۔ پس تم ہر وقت اپنے آپ کو ایک مستعد سپاہی کی طرح اپنے فرض کے ادا کرنے میں لگا دو۔

میرے عزیز بچے! جو کام تمہارے سپرد ہوا ہے یہ بڑی خدمت ہے۔ اور خدا کو راضی کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ خدا کی وہ کمزور مخلوق جو بیمار یا زخمی ہو کر تمہارے پاس آتی ہے۔ ان کی جس قدر ہمدردی اور خدمت تم سے ہو سکے۔ اس میں کبھی فرق نہ کرنا۔ خدا تعالےٰ کو یہ بہت پسند ہے۔ اور ہماری حکومت کے خوش کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔

پس ان تمام لوگوں سے ہمیشہ نہایت عمدہ اخلاق سے پیش آؤ۔ بیمار یا زخمی کا دل کمزور ہوتا ہے۔ مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ کبھی ان کی باتوں سے گھبرانا نہیں۔ ان کے آرام کے لئے اپنا آرام قربان کر دو گے۔ تو دیکھو خدا کی خوشنودی کا پروانہ تمہیں ملے گا۔

اپنے اعمال اور اخلاق سے دکھا دو۔ کہ تم ایک پاک سلسلہ کے ممبر ہو تم کو معلوم ہے۔ میری خواہش تھی۔ کہ تم عربی سیکھو۔ خدا تعالےٰ نے تمہیں ایک عمدہ موقعہ دیا ہے میرے لئے وہ دن نہایت ہی خوشی کا ہوگا۔ جب میں تمہیں عربی بولتے اور لکھتے دیکھونگا۔ پس اپنی فرصت کے اوقات کو اسی شغل میں لگاؤ۔ اور یاد رکھو۔ کہ اخلاق کی درستی اور چال چلن کی عمدگی اور اپنے فرض کی ادائگی ایسی باتیں ہیں کہ انسان کو دنیا میں بہشت دلا دیتی ہیں۔ تم اس سرزمین میں خدا تعالےٰ کے فرمانبردار بندے بنکر رہو۔ اپنے جذبات اپنی خواہشوں کو اپنا غلام بناؤ۔ ان کے اسیر اور غلام نہ بننا۔ جو تم پر افسر ہو۔ اس کی فرمانبرداری کرنا۔ اگر اس کی کوئی بات تمہاری طبیعت کے خلاف بھی ہو۔ تو بھی اطاعت کرنا۔ کیونکہ قرآن کریم کی یہی تعلیم ہے۔ ہاں اس کو یاد رکھو۔ اور پھر یاد رکھو اور پھر یاد رکھو۔ کہ نمازوں میں اب سستی نہ کرنا۔ استغفار۔ لاحول کثرت سے پڑھنا اور درود شریف بہت پڑھتے رہو مجھے آئندہ خط میں لکھو۔ کہ تم نے میری نصیحتوں سے کتنا فائدہ اٹھایا۔ قرآن مجید روز خواہ ایک آیت ہی ہو۔ پڑھ لیا کرو۔

دیکھو! میں ہزاروں کوس کے فاصلے پر سے تم کو یہ نصیحت لکھ رہا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ واپس آکر تم مجھے زندہ پاؤ گے یا نہیں۔ مجھے اگر کوئی خواہش دُنیا میں ہے۔ تو یہی۔ کہ میری اولاد نیک ہو۔ خادم دین ہو۔ دنیا میں معزز اور با اقبال ہو۔ اللہ تعالےٰ نے تمہیں معزز اور با اقبال بنا دیا۔ اس کے شکریہ میں تم اسکے فرمانبردار بندے بن جاؤ۔ پس اگر میری ان نصائح پر تم نے عمل کر لیا۔ تو سمجھ لو۔ کہ مجھے بیحد خوش کر دیا۔ اور میری ساری آرزوؤں کو پورا کر دیا۔ مجھے تمہاری سعادت مندی سے یقین ہے۔ کہ تم انکو اپنا دستور العمل بناؤ گے۔ ہر قسم کی بری صحبت سے بچنا۔ حلال اور طیب رزق خدا تعالےٰ سے مانگو۔ اور وہی کھاؤ۔ دیانت۔ امانت تمہارا شعار ہو۔ اپنے پیشہ میں اپنے علم کو بڑھاؤ۔ حفظ صحت کے ضروری اصولوں کو ہاتھ سے نہ دینا اپنا کام شروع کرنے سے پہلے خدا سے دعا مانگو۔ کہ وہ تمہیں اپنے فرض کے ادا کرنے کی توفیق دے۔ ختم کرو۔ تو دعا کرو۔ کہ آئندہ کیلئے تیار کرے۔ اور اس کا شکر کرو کہ اپنے فرض کو ادا کرنے کی توفیق ملی۔

آج کا کام کل پر نہ رکھنا۔ بلکہ شام کو ختم کر لو۔ تاکہ آرام کی نیند سو سکو۔ عشاء کی نماز پڑھنے کے بغیر کبھی مت سونا۔ اس لئے طبیعت میں بہت تسلی رہتی ہے۔ اور فجر کی نماز میں سستی نہ کرنا۔ کیونکہ وہ آغاز دن کی نماز ہے۔ غرض نماز میں سستی ہرگز نہ کرنا۔ پیارے یہ سفر تمہاری خاص تبدیلی کا موجب ہو۔ تم ایک باخدا انسان بنکر آؤ۔ ہاں سب سے بڑھکر یہ ضروری امر ہے۔ کہ تم حج کی نیت کرو اللہ تعالےٰ تمہارے نصیب کرے۔ اگر تمہارے فرائض نے اجازت دی تو اس سال یا دوسرے سال کے آخر سے پہلے حج ضرور کرنا۔ حج کی نیت رکھو۔ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے تم کو اس سرزمین میں پہونچا دیا ہے۔ جو قریبًا انبیا کی سرزمین ہے۔ پس اس سرزمین میں رہکر پاک تبدیلی کرو۔ اپنے سلسلہ کا اظہار کرتے رہو۔ تبلیغ کیلئے کسی سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ مگر بہترین تبلیغ انسان کا عمل ہے۔ میری ان تمام نصائح کو اپنے پاس رکھو۔ اور یہ خطوط جمع کرتے رہو۔ انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔ ہر روز ایک بار میرے خط کو پڑھتے رہا کرو۔

ایک ڈائری بناؤ۔ اس میں ضروری نصائح کو درج کرتے رہو۔ اور ہر روز اپنے اعمال کا سونے سے پہلے محاسبہ کرو۔ کہ کیا کیا؟ اللہ تعالےٰ پر کامل بھروسہ اور یقین رکھو۔ کبھی اس کے فضل سے نا امید نہ ہونا۔ مشکلات میں گھبرانا مومن اور مرد کا کام نہیں مشکلات انسان کے حوصلہ کو بلند کرنے کیلئے آتی ہیں۔ کمزور کرنے کے لئے نہیں۔

میں الحمد للہ بہت خوش ہوں۔ تمہارا خط ہفتہ وار آنا چاہیے اپنے ذمہ فرض کر لو۔ کہ ہر ہفتہ تم نے خط لکھنا ہے۔ اور کبھی کبھی اگر دیر ہو جاوے۔ تو بذریعہ تار اپنی خیریت کی خبر بھیج دیا کرو۔ مجھے معلوم نہیں وہاں تار ہے یا نہیں غالبًا ہوگی۔ مگر میں تمہارے خط آنے پر خیال رکھونگا۔ اور ضرورتًا تار کے ذریعہ خیریت کی خبر بھیجتا رہونگا۔ میری خوشی ساری اسی میں ہے۔ کہ تم ایک باخدا انسان بنجاؤ۔ اسکی مخلوق پر رحم کرنے والے اور اپنے افسروں کی فرمانبرداری کرنیوالے انسان ثابت ہو جاؤ۔ اپنے افسروں پر بیٹیک ظاہر کر دو۔ کہ تم ایک اخبار نویس کے بیٹے ہو۔ جسکا قلم ہمیشہ گورنمنٹ کی خدمت میں چلتا ہے۔

کسی چیز کی ضرورت ہو۔ تو فورًا لکھو۔ یہاں سے روانہ کیجاٰئیگی الحکم جاری کر دیا گیا۔ خدا کے فضل پر بھروسہ کرکے اس کے تین پرچے اس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں۔ آئندہ باقاعدہ انشاء اللہ پہونچے گا۔ اسکے خریدار پیدا کرو۔ مگر شوق دلا کر کسی سے منت یا خوشامد سے خریداری کی تحریک نہیں کرتا۔ یہ شرک ہے۔ سب بچے بخیریت ہیں۔ سکینہ راضی ہے۔ محمد سلیمان بھی بہت اچھا ہے انکے کیلئے دعا کرتے رہو۔ دیکھو مسافر کی دعا بڑی قبول ہوتی ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا اس لئے خوب دعائیں کرو۔ پھر تمہارے سامنے مختلف قسم کے نظارے ہیں۔ ان سے عبرت پیدا ہوتی ہے دل نرم ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر بس دعا کیا کرو۔ دجلہ کے کنارے تنہا بیٹھکر اگر ممکن ہو۔ تو اپنی وردی میں اپنا ایک فوٹو ضرور بھیجدو۔ حضرت صاحب سے دعا کیلئے عرض کرتا رہتا ہوں۔ تم خود حضرت کو ڈاک میں خط لکھتے رہو۔ اور خود ہر مہینے خواہ ایک ہی روپیہ ہو۔ حضرت کو براہ راست ضرور بھیجدیا کرو۔ یعنے جب تنخواہ ملے۔ تو حضرت صاحب کو ضرور بھیجو۔ تھوڑے بہت کا کچھ خیال نہ کرنا۔ یہ بھی ایک شیطانی وسوسہ ہوتا ہے۔ اور کوئی ڈاک تمہاری حضرت کے نام خط سے خالی نہ جائے۔ تمہاری والدہ بہت خوش ہے تمہارے لئے دعائیں کرتی رہتی ہے۔ اپنی گھبراہٹ کا کبھی کوئی خط نہیں لکھنا چاہیئے۔ باہمت بنو۔ اب میں اس سے زیادہ اور کیا لکھوں کہ نیک

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا